امام زین العابدین کی سوانح حیات

تالیف الشیعہ ڈاٹ او آر جی

حادثات زندگی میں ائمہ علیہم السلام کا بنیادی موقف

جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں 40 ء ہجری میں امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد سے کبھی پیغمبر اسلام (ص) کے اہل بیت علیہم السلام اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ فقط گھر میں بیٹھے اپنے ادراک کے ا ا کامات اہیہ کی تشریح وتفسیر کرتے رہیں بلکہ صلح کے آغاز ہی سے تمام ائمہ طاہرین علیہم السلام کا بنیادی موقف اور منصوبہ یہ رہا ہے کہ وہ اپنے طرز فکر کے ا حکومت اسلامی کے لئے راہیں ہموار کریں چنانچہ یہ فکر خود امام حسن مجتبی علیہ السلام کی زندگی اور کلام میں بطور احسن ملاحظہ کی جاسکتی ہے ۔

امام حسن علیہ السلام نے عاویہ سے صلح کرلی تو بہتسے ناعاقبت اندیش کم فہم افراد نے حضرت علیہ السلام و مختف نوان سے ہدف بنالیا اور اس ، میں آپ و مورد ا ام قرار دینے کی وشش کی گئی کبھی تو آپ (ع) و مومنین کی ذلت ورسوائی کا باعث گردانا گیا اور کبھی یہ کہا گیا: "آپ نے عاویہ کے مقابل ، پر آمادہ جوش وخروش سے عمور مومنین کی جماعت وذلیل وخوار کردیا عاویہ کے سامنے ان کا سر جھک گیا "۔ بعض اوقات احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ذرا نرم وشائستہ انداز میں بھی یہی بات دہرائی گئی ۔

امام علیہ السلام ان تمام اعتراضوں اور زبان درازیونکے جواب میں انہیں مخاطب کرکے ایک ایسا جـامع و مانع جمہ ارشاد فرماتے تھے جو شاید حضرت کے کلام میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور بہتر ہو

ٓ
ٓاپ (ع) کہا کرتے تھے کہ : ما تدری لعله فتنة لکم و متاع الیٰ حین" تمہـیں کیـا خبـر شائد یہ تمہارے لئےایک ازمائش اور ٓعاویہ کے لئے ایک عارضی سرمایہ ہو ۔ اصل مـیں یـہ جمـہ قرٓان کریم سے اقتباس کیا گیا ہے۔

اس جمہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ حضرت و مستقبل کا انتظار ہے اور وہ مستقبل اس کے عـلاوہ کچھ اور نہیں ہوسکتا کہ امام علیہ السلام کے نظر یھکے ا ؟ سے خرف موجـودہ ناقابـل قبـول حکومت برطرف کی جائے اور اس جہ ٓاپ کی پسندیدہ حکومت قائم کی جائے ۔بھی تو ٓاپ ان و وں سے فرماتے ہیں کہ تم ف ۔ صلح سے واقفیت نہیں رکھتے تمہیں کیا وم کہ ان مـیں ـلـت ر ہے ۔

ٓاغاز صلح میں ہی مانذین شیہ میں سے دو شخ یتیں ،مسیب بن نجیہ اور سـلیمان بـن صـرد خ اعی چند م لمانوں کے ہمراہ امام حسن مجتبی علیہ السلام کی خـدمت مـیں شـرفیاب ہـوئیں اور عـرض کیا:ہمارےپاس خراسان وعراق وغیرہ کی خاصی طاقت موجود ہے اور ہم ا سے ٓاپ کی اختیـار مـیں دینےکے لئے تیار ہیں اور ٓعاویہ کا شام تک تعاقب کرنے کے لئے حاضر ہیں ۔

حضرت علیہاالسلام نے ان و تنہائی میں گفتگو کے لئے طلب کیا اور کچھ بات چیت کی ،جب وہ وہانسے باہر نکلے تو ان کے چہرے پر طمانیت کے آثار ہویدا تھے ۔

انہوں نے اپنے فوجیر توں و رخصت کردیا تی کہ ساتھ انے واوں و بھی وئی واضح جواب نہ دیا۔

طہٰ حسین کا خیال ہے" در اصل ای ملاقات میں شیعوں کی تحریک جہاد کا نگ بنیاد رکہ دیا گیا تھا۔

"یعنی وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام ،ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے ،مشورے ہوئے اور ای وقت شیعوں کی ایک عظیم تنظیم کی بنا رکہ دی گئی۔

چنانچہ خود امام (ع) کے حالات زندگی اور قدس ارشادات سے بھی واضح طور پر یہی فہوم نکلتا ہے ۔

اگر چہ یہ زمانہ اس قسم کی تحریک اور یای جدوجہد کے لئے سازگار نہ تھا ۔

وں میں یای شعور بے حد کم اور دشمن کے پروپیگنڈوں نیز مالی دادودہش کا بازار گرم تھا ۔

دشمن جن طریقوں سے فائدہ اٹھا رہاتھا ،امام علیہ السلام اختیار نہیں کرسکتے تھے۔

مثال کے طور پر بے حساب پیسہ خرچ کرنا اور عاشرہ کے چھٹے ہوئے بد قماش افراد و اپنے گرد اکٹھا کرلینا امام علیہ السلام کے لئے ممکن نہ تھا۔ظاہر ہے دشمن کا ہاتھ کہلا ہوا تھا اور امام کے ہاتھ بندہے ہوئے تھے ۔آپ اخلاق وشریعت کے خلاف وئی کام انجام نہ دے سکے تھے ۔

یہی وجہ ہے کہ امام حسن علیہ الصلوۃ و السلام کا کام نہایت ہی ،دیر پا اور بنیادی قسم کا تھا ۔دس برس حضرت (ع) ان ماحول میں زندگی بسر کرتے رہے ۔ وہ اپنے قریب کیا اور انہیں تربیت دی ۔

کچھ لوگوں نے مختلف گوشہ و کنار میں جام شہادت نوش کرکے معاویہ کی حکومت کا مقابلہ کیا اور نتیجہ کے طور پر اس کی مشینری کو کافی کمزور بنایا ۔

اس کے بعد امام حسین علیہ السلام کا زمانہ آیا تو آپ (ع) نے بھی ان روش پر کام کرتے ہوئے مدینہ ،مکہ نیز دیگر مقامات پر اس تحریک کو آگے بڑھایا ۔ یہاں تک کہ معاویہ دنیا سے چلا گیا ،اور کربلا کا حادثہ رو نما ہوا ۔

اگر چہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کربلا کا حادثہ اسلام کے مستقبل کے لئے نہایت ہی خیر اور شر آور ثابت ہوا لیکن وقتی طور پر وہ ... کے لئے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کو شاں تھے کچھ دنوں کے لئے اس میں تاخیر ہو گئی کیوں کہ اس حادثہ نے دنیائے اسلام کو رعب و وحشت میں مبتلا کر دیا تھا ۔

امام حسن و امام حسین علیہما السلام کے قریبی رفقاء کو تہ تیغ کر دیا گیا اور دشمن کو تسلط و غلبہ حاصل ہو گیا ۔

اگر آ ترام امام حسین علیہ السلام اس شک ل میں نہ ہوتا اور یہ تحریک طبیعی طور پر جاری رہتی تـو یہـ بات بعید از امکان نہیں کہ مستقبل قریب میں جد و جہد کچھ ایسا رخ اختیار کر لیتی کہ حکومت کی باگ ڈور شیعوں کے ہاتھ میں آجاتی ۔البتہ یہاں اس گفتگو کا یہ ت ر ہر گ نہیں کہ ع۔اذ الہ ۔ ،امام حسین علیہ السلام و انقلاب برپا نہیں کرنا چاہئے تھا ۔

بلکہ اس وقت حالات نے کروٹ ہی کچھ ایسی بدلی تھی کہ حسینی(ع) انقلاب ناگزیر ہو گیا تھ۔ا ،اس میں وئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ اسلام کی بقا کے لئےحسینی(ع) انقلاب بے حد ضـروری تھا ، لیکن اگر یکا یک حالات یہ رخ اختیار نہ کر لئےہوتے اور امام حسین علیہ السلام اس حادثہ مـیں شہید نہ ہوئے ہوتے تو شاید جلد ہیمستقبل سے متـ ل امام حسن علیہ السلام کا منصوبہ بار آور ہـو جاتا ۔ چنانچہ یہاں میں ایک روایت نقل کر رہا ہوں ۰ سے اس بیان کی واضح تائید ہو تی ہے ۔

اصول کافی میں ابو حمزہ ثمالی کی ایک روایت امام محمد باقر علیہ السلام سے یوں نقل کـی گـئی ہے: "سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول : یا ثابت ،ان اللّٰہ تبارک و تعالیٰ قد کانوقت ھذا الامر فی السبعین" "ہذاالامر "سے مراد حکومت و ولایت اہلبیت علیہم السلام ہے کیوں کہ روایت میںہے ، اگر تمام قامات پر نہ کہا جائے تو اکثر و بیشتر قامات پر جہاں جہاں بھی ہـذا الامـر کی تعبیر ا تعمال ہوئی ہے اس سے تصود اہلبیت علیہم السلام کی حکومت و ولایت ہی ہے اگر چہ بعض موارد میں یہ کلمہ ،تحریک اور آ ترام کے عنوں میں بھی ا تعمال ہوا ہے اور وہـاں حکومـت مراد نہیں ہے ۔

بہر حال ہذ الامر ، یہ موضوع ۔ و ن سا موضوع ؟وہی جو شیعیان آل محمد (ص) کے درمیان رائج و مرسوم رہا ہے اور ن کے بارہ میں برسوں گفتگو ہوتی رہی ہے ن کی تکمیل کی آرزو اور منصوبہ سازی کی جاتی رہی ہے ۔

امام محمد باقر علیہ السلام اس روایت میں فرماتےہیں : خدا وند عالم اس امر (یعنی حکومت اہلبیت(ع)) کے لئے 70 ہجری معین کر چکا تھا ،اور یہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے دس سال بعد کی تاریخ ہے ۔ امام اسکے بعد فرماتے ہیں: "فلما ان قتل الحسین صلوات اللّٰہ علیه اشتد غضب اللّٰہ تعالیٰ علیٰ اهل الارض فاخره الیٰ اربعین ومائة" جب امام حسین علیہ السلام وشہید کر دیا گیا ، اہل زمین پر خدا وند عالم کے غضب میں شدت پیدا ہو گئی اور وہ) تاسیس حکومت کا) وقت 140 ہجری تک کے لئے آ ب ادیا گیا ۔

یہ تاریخ (140 ہجری) امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت سے آٹھ سال قبل کی ہے چنانچہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی سوانح حیات کی ذیل میں ہم 140 ہجری کی اہ یت کے بارہ میں تفصیلی بحث کریں ے ،اس سے ، میں میرا خیال یہی ہے کہ وہ ولی امر ن کے ذریعہ ایک انقلابی آ رام کے تحت اہلبیت (ع) کا ح واپس ملنا تھا

امام جعفر صادق علیہ السلام کی ہی ذات مبارک ہونی چاہئے تھی مگر اس وقت بنو عباس نے خود خواہی عجلت پسندی ،دنیا پرستی اور ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہوئے ہر جائز و ناجائز حربہ استعمال کیا اور فرصت بھی اہلبیت (ع) کے ہاتھ سے چھین لی گئی اور وعدہ الہی پھر کسی اور وقت کے لئے ٹل گیا۔

روایت کے آخری فقرے یہ ہیں: "فحدثناکم فاضعتم الحدیث و کشفتم حجاب الستر (ایک دوسرے نسخہ میں قناع الستر ہے) ولم یجعل اللّٰہ له بعد ذالک وقتا عندنا ، و یمحوا اللّٰہ مایشاء و یثبت و عنده ام الکتاب" یعنی ہم نے تم لوگوں کو اس واقعہ سے مطلع کیا اور تم نے اس کو نشر کر دیا بات پردہ راز میں نہ رکھ سکے ،عوام میں نہ کہا جانے والاراز افشا کر دیا ۔ لہذا اب خدا وند عالم نے اس امر کےلئے کوئی دوسرا وقت معین طور پر قرار نہیں دیا ہے خدا وند عالم اوقات کو محو کر دیا کرتا ہے جس چیز کی چاہتا ہے نفی کر دیتا ہے اور جس چیز کو چاہتا ہے ثابت کر دکھاتا ہے ۔

اور یہ بات نا قابل تردید مسلمات اسلام میں سے ہے کہ مستقبل کے بارے میں جو بات خدا کی جانب سے حتمی قرار دی جا چکی ہے وہ نظر و تدبرات الہی میں تغیر پذیر نہیںہے ۔

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں: "حدثت بذالک ابا عبداللہ (ع) فقال کان کذالک "[1] میں نے روایت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیجو سن کر امام (ع) نے فرمایا: ہاں واقعا ان طرح ہے ۔ اس قسم کی روایتیں بہت ہیں لیکن زورہ روایت ان سب میں واضح اور روشن ہے ۔

حکومت اسلامی کی تشکیل ائمہ (ع) کا بنیادی ہدف رہا ہے

اسلامی حکومت کی تشکیل تمام ائمہ کا ر و ہدف رہا ہے، وہ ہمیشہ ان راہ پر گامزن رہے ہر ایک نے وقت اور حالات کے تحت اس راہ میں اپنی وششیں جاری رکھیں۔

چنانچہ جب کربلا کا حادثہ رونما ہو اور یر الشہداء امام حسین علیہ الوۃ و السلام شہید کر دیئے گئے نیز بیماری کی حالت میں ہی امام سجاد علیہ السلام و اسیر بنا لیا گیا تو حقیقتا ان وقت سے امام سجاد علیہ السلام کی ذمہ داریوں کا اغاز ہو گیا ۔

----

(1)۔ اصول کافی کتاب الحجہ باب کراہیۃ التوقیت ۔روایت اول ج/ 3ص/ 190 طبع بنیاد(رسالت ، تھران

اب تک مستقبل (حکومت اسلامی کی تشکیل) کی جو ذمہ داری امام حسن علیہ السلام اورپھر امام حسین علیہ السلام کے کاندھوں پر تھی وہ امر امام زین العابدین علیہ السلام کے سپرد کر دیا گیا اب آپ (ع) کی ذمہ داری تھی کہ اس مہم و آگے بڑھائیں اور پھر آپ (ع) کے بعد دوسرے ائمہ طاہرین علیہم السلام اپنے اپنے دور میں اس مہم و پایہ تکمیل تک پہنچائیں ہذا ہمیں چاہئے کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کی پوری زندگی کا ان روشنی میں جائزہ لیں ۔

اس بنیادی تصور اور اصل موقف و تلاش کریں ہمیں بلا کسی شک و شبہ کے یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ امام زین العابدین علیہ السلام بھی ان اہی تصور کی تکمیل میں کوشاں تھے کہ جس کے لئے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام سعی و کوشش فرما رہے تھے ۔

امام زین العابدین (ع) کی زندگی کا ایک مجموعی خاکہ

امام زین العابدین علیہ السلام نے 61 میں عاشور کے دن امامت کیعظیم ذمہ داریاں اپنے کاندھوں پر سنبھال لیں اور 94 ء ہجری میں آپ و زہر سے شہید کر دیا گیا ۔

اس پورے عرصے میں آپ (ع) ان تصور کی تکمیل کے لئے کوشاں رہے اب آپ سے زاویہ نظر نگاہ کی روشنی میں حضرت(ع) کی جزئیات زندگی کا جائزہ لیتے ہیں کہ آپ (ع (اس ذیل میں کن مراحل سے گزرتے رہے کیا طریقہ کار اپنائے اور پھر کس حد تک کامیابیاں حاصل ہوئیں ۔

وہ تمام ارشادات جو آپ (ع) کے دہن مبارک سے جاری ہوئے ، وہ اعمال جو آپ(ع) نے انجام دیئے وہ دعائیں جو لب مبارک تک آئیں وہ مناجاتیں اور راز و نیاز کی باتیں جو آج صحیفہ کاملہ کی شکل میں موجود ہیں ان سب کی امام (ع) کے اس بنیادی موقف کی روشنی میں تفسیر و تعبیر کی جانی چاہئے چنانچہ اس پور دور امامت میں مختلف موقعوں پر حضرت (ع) کے موقف اور فیصلوں کو بھی اسی عنوان سے دیکھنا چاہئے مثال کے طور پر:

1۔ اسیری کے دوران کوفہ میں عبید اللہ ابن زیاد اور پھر شام میں یزید پلید کے مقابلہ میں آپ (ع) کا موقف جو شجاعت و فداکاری سے بھرا ہوا تھا ۔

2۔ مسرف بن عقبہ کے مقابلہ میں -- جو یزید نے اپنی حکومت کے تیسرے سال مدینۃ رسول (ص) کی تباہی اور اموال مسلمین کی غارت گری پر مامور کیا تھا -- امام (ع) کا موقف نہایت ہی نرم تھا ۔

3۔ عبد الملک بن مروان جو خلفائے بنو امیہ میں طاقتور ترین اور چالاک ترین خلیفہ شمار کیا جاتا ہے ، اس کے مقابلہ میں امام (ع) کا موقف کبھی تو بہت ہی سخت اور کبھی بہت ہی نرم نظر آتا ہے------- اسی طرح--------

4۔ ر بن بر العزیۃ کے ساتھ اپ کا برتاؤ

5۔ اپنے اصحاب اور رفقاء کے ساتھ اپ (ع) کا سوک اور دو تانہ نصیتیں اور

6۔ ظالم و جابر حکومت اور اس کے ملے سے وابستہ درباری علماء کے ساتھ امام علیہ السلام کا رویہ؟

ان تمام موقفوں اور آرامات کا بی باریک بینی کے ساتھ اا ہ کرنے کی ضرورت ہے میں تو ای نتیجہ پر بہنچا ہوں کہ اگر اس بنیادی موقف و پیش نظر رکھتے ہوئے تمام ج ئیات و حوادث کا جائ ہ لیا جائے تو بے ہی عنی خیز حقائ سامنے ائیں ے ۔

چنانچہ اگر ای زاویہ سے امام کی حیات طیبہ کا اا ہ کریں تو عظیم ہستی ایک ایسا انسان نظر ائے گی جو اس روئے زمین پر خدا وند وحدہ لا شریک کی حکومت قائم کرنے اور اسلام و اس کی اصل شل میں نا ز کرنے و ہی اپنا قدس ر سمجھتے ہوئے اپنی تمام تر وشش و کاوش بروئے کار لاتا رہا ہے اور نے بخت ترین اور کار ار ترین کا رگردگی سے بہرہ مند ہوکر نہ صرف یہ کہ اسلامی قاف ہ و اس پر اگندگی اور پریشاں حالی سے نجات دلائی ہے جو واق ہ عاشور کے بعد دنیائے اسلام پر م ط ہو چکی تھی بلکہ قابل دید حد تک اس و اے بھی ب ایا ہے ۔

دو اہم اور بنیادی فریضے جو ہمارے تمام ائمہ علیہم السلام و سونپے گئے تھے (ہم ابھی ان کی طرف اشارہ کریں گے (ان و امام سجاد علیہ السلام نے بڑی خوش اسلوبی سے جامہ عمل پہنایا ہے ۔

آپ (ع) پوری پائداری بصیرت اور شجاعت و شہامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت ہی احتیاط اور باریک بینی سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے یہاں تک کہ تقریبا 35 سال کی انتھک جد و جہد اور الہی نمائندگی کی عظیم ذمہ داریوں و پورا کرنے کے بعد آپ (ع) سرفراز و سربلند اس دار فانی سے کوچ کر گئے

اور اپنے بعد امامت و ولایت کا عظیم بار اپنے فرزندو جانشین امام محمد باقر علیہ السلام کے سپرد فرمادیئے۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام و منصب امامت اور حکومت اسلامی کی تشکیل کی ذمہ داریوں کا سونپا جانا روایات میں بڑے ہی واضح الفاظ کے ساتھ موجود ہے ۔

ایک روایت کے مطابق امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے فرزندوں و جمع کیا اور محمد بن علی (ع) یعنی امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ صندوق اور یہ اسلحہ سنبھالو یہ تمہارے ہاتھوں میں امانت ہے " اور جب صندوق کھولا گیا تو اس میں قرآن اور کتاب تھی۔

میرے خیال میں اسلحہ سے ، انقلابی قیادت و رہبری کی طرف اشارہ ،اور قرآن و کتاب ، اسلامی افکار و نظریات کی علامت ہے اور یہ چیزیں امام) ع) نے اپنے بعد آنے والے امام کی تحویل میں دے کر نہایت ہی اطمینان و سکون کے ساتھ آگاہ و بیدار انسانوں اور خدا وند عالم کی نظر میں سر فراز وسرخ رواس دنیا و خیر باد کہا ہے ۔

یہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی حیات طیبہ کا ایک مجموعی خاکہ ہے اب اگر ہم تمام جزئیات زندگی کا تفصیلی جائزہ لینا چاہیں تو صورت حال و پہلے سے مشخص کر لینا چاہئے ۔

حضرت (ع) کی حیات مبارکہ میں ایک مختصر سا دور وہ بھی ہے · و منارہ زندگی سے تعبیر کرنا غلط نہ ہوگا ۔

میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے ان کا ذکر کروں اور پھر امام کی معمول کے تحت عادی زندگی ، اس زمانہ کے حالات و و ائف اور ان کے تقاضوں کی تشریح کروں گا۔

در اصل امام علیہ السلام کی زندگی کاوہ مختصر اور تاریخ ساز دور ، معرکہ کربلا کے بعد آپ (ع) کی اسیری کازمانہ ہے جو رت کے اعتبار سے مختصرلیکن واقعات وحالات کے اعتبارنہایت ہی ہیجان اور و . آموز ہے جہاںاسیری کے بعد بھی آپ کا موقف بہت ہی سخت اور مزاحمت آمیز رہتاہے۔

بیمار اورقید ہونے کے باوجود کسی عظیم مردمجاہد کے مانند اپنے قول وفعل کے ذریعہ شجاعت و دلیری کے بہترین نمونہ پیش کئے ہیں ۔

اس دوران امام کا طرز عمل حضرت (ع) کی بقیہ عام زندگی سے -- جیسا کہ آپ آ ئندہ ملاحظہ فرمائیں گے -- بالکل مختلف نظر آتا ہے ۔

امام علیہ السلام کی زندگی کے اصلی دور میں آپ (ع) کی حکمت عملی مستحکم بنیاد پرپڑے ہی نپے تلے انداز میں نرم روی کے ساتھ اپنے ہدف کی طرف آگے بڑھنا ہے حتی کہ بعض وقت عبد الملک بن مروان کے ساتھ نہ صرف ایک محفل میں بیٹھے ہوئے نظر آئے ہیں بلکہ اس کے ساتھ آپ (ع) کا رویہ بھی نرم نظر آتا ہے جب کہ اس مختصر مدت (ایام اسیری) میں امام (ع) کے تمام اقدامات بالکل کسی پر جوش انقلابی کے مانند نظر آتے ہیں

آپ کے لئے کوئی معمولی سی بات بھی برداشت کر لینا ممکن نہیں ہے وہ دشمنوں کے سامنے بلکہ بھرے مجمع میں بھی مغرور و باقتدار دشمن کا دندان شکن جواب دینے میں کسی طرح کا تامل نہیں کرتے ۔

کوفہ کا درندہ صفت خونخوار حاکم ، عبد اللہ ابن زیاد جس کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے جو فرزند رسول (ص) امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعوان و انصار کا خون بہا کر مسرت و غرور اور کامیابی کے نشہ میں بالکل چور ہے اس کے مقابلہ میں حضرت (ع) ایسا بے باک اور سخت لب و لہجہ اختیار کرتے ہیں کہ ابن زیاد آپ (ع) کے قتل کا حکم جاری کر دیتا ہے

چنانچہ اگر جناب زینب سلام الہ علیہا ڈہال کے مانند آپ (ع) کے سامنے آکر یہ نہ کہتیں کہ میں اپنے جیتے جی ایسا ہرگز نہ ہونے دوں گی اور ایک عورت کے قتل کا مسئلہ درپیش نہ آتا نیز یہ کہ قیدی کے طور پر دربار شام میں حاضر کرنا تصود نہ ہوتا تو عجب نہیں ابن زیاد امام زین العابدین علیہ السلام کے خون سے بھی اپنے ہاتھ رنگین کر لیتا۔

بازار کوفہ میں آپ (ع) اپنی پھوپھی جناب زینت (ع)اوراپنی بہن جناب سکینہ کے ساتھ ہم صدا ہو کر تقریر کرتے ہیں وہاں میں جوش و خروش پیدا کرتے ہیں اور حقیقتوں کا انکشاف کر دیتے ہیں ۔

اس طرح شام میں چاہے وہ یزید کا دربار ہو یا مسجد میں وہاں کا بے پناہ ہجوم ، بڑے ہی واضح الفاظ میں دشمن کی سازشوںسے پردہ اٹھاکر حقائق کا برملا اظہار کرتے رہتے ہیں

چنانچہ حضرت (ع) کے ان تمام خطبوں اور تقریروں میں اہلبیت (ع)کی حقانیت ، خلافت کے سلسلہ میں ان کا استحقاق اور موجودہ حکومت کے جرائم اور ظلم و زیادتی کا پردہ چاک کرتے ہوئے نہایت ہی تلخ اور درشت لب و لہجہ میں غافل و ناآگاہ عوام کو جھنجوڑنے اور بیدار کرنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

یہاں ان خطبوں کو نقل کرکے امام (ع) کے فقروں کی گہرائی پیش کرنے کی گنجائش نظر نہیں آتی کیوں کہ یہ خود ایک مستقل کام ہے

اور اگر وئی شخص ان خطبوں کی تشریح و تفسیر کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ان بنیادی حقائق و پیش نظر رکھتے ہوئے ایک ایک لفظ کی تحقیق اور چھان بین کرے ۔

یہ ہے امام (ع) کی اسارت اور قید و بند کی زندگی جو جرات و ہمت اورشجاعت و دلاوری سے معمور نظر آتی ہے ۔

رہائی کے بعد

ذہنوں میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ ون ن وجوہات تھیں جن کے پیش نظر امام علیہ السلام کے موقف میں ایسی تبدیلی پیدا ہوگئی کہ اب قید سے چھوٹ کر آپ نہایت ہی نرم روی کا ظاہرہ کرنے لگتے ہیں تقیہ سے کام لیتے ہیں ۔

اپنے تیز و تند انقلابی اقدامات پر دعا اور نرم روی کا پردہ ڈال دیتے ہیں تمام امور بڑی خاموشی کے ساتھ انجام دیتے ہیں جب کہ قید و بند کے عالم میں آپ نے ایسے دلیرانہ عزائم کا اظہار اور مخاصمت امیز اقدام فرمایا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک ا تشنا ئی دور تھا یہاں جناب امام سجاد علیہ السلام و فرائض امامت کی ادائیگی اور حکومت الٰہی و اسلامی کی تشکیل کے لئے مواقع فراہمی کے ساتھ ہی ساتھ عاشور و بہنے والے بے گناہوں کے خون کی ترجمانی بھی کرنی تھی ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں حضرت سجاد علیہ السلام کے دہن میں ان کی اپنی زبان نہ تھی بلکہ شمشیر سے خاموش کر دی جانے والی حسین (ع) کی زبان اس وقت وفہ و شام کی منزلوں سے گزرنے والے اس انقلابی جوان و ودیعت کر دی گئی تھی ۔

چنانچہ اگر اس منزل میں امام زین العابدین علیہ السلام خاموش رہ جاتے اور اس جرات و ہمت اور جواں مردی و بیباکی کے ساتھ حقائق کی وضاحت کرکے دودہ کا دودہ اور پانی کا پانی نہ کر دیئے ہوتے تو آئندہ آپ (ع) کے مقاصد کی تکمیل کی تمام راہیں مسدود ہو کر رہ جاتیں کیوں کہ یہ امام حسین علیہ السلام کا جوش مارتا ہوا خون ہی تھا جس نے نہ صرف آپ (ع) کے لئے میدان ہموار کر دیا بلکہ تاریخ تشیع میں جتنی بھی انقلابی تحریکیں برپا ہوئی ہیں ان سب میں خون حسین علیہ السلام کی گرمی شامل نظر آتی ہے چنانچہ امام زین العابدین علیہ السلام سب سے پہلے وہ وں و موجودہ صورت حال سے خبر دار کر دینا ضروری سمجھتے ہیںتاکہ آئندہ اپنے اس مل کے پر تو میں بنیادی و اصولی ، ۔ و متین طولانی مخالفتوں کا سلسلہ شروع کر سکیں اور ظاہر ہے تیز و تند زبان استعمال کئے بغیر وہ وں و متنبہ اور ہوشیار کرنا ممکن نہ ہوتا ۔

اس قید و بند کے سفر میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا کردار جناب زینت سلام الہ ۔ علیہا کے کردار سے بالکل ہم آہنگ ہے دونوں کا ر حسینی انقلاب اور پیغامات کی تبلیغ و اشاعت ہے اگر لوگ اس بات سے واقف ہو جائیں کہ حسین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے ،کیوں قتل کر دیئے گئے؟ اور کس طرح قتل کئے گئے تو آئندہ اسلام اور اہلبیت علیہم السلام کی دعوت ایک نیا رنگ اختیار کر لے گی لیکن اگر عوام ان حقیقتوں سے ناواقف رہ گئے تو انداز کچھ اور ہو گا۔

لہٰذا معاشرہ میں ان حقائق و عام کر دینے اور صحیح طور پر حسینی (ع (انقلاب و پہنچوانے کے لئے اپنا تمام سرمایہ بروئے کار لاکر جہاں تک ممکن ہو سکے اس کام و انجام دینا ضروری تھا ۔

چنانچہ حضرت ید سجاد علیہ السلام کا وجود بھی جناب سکینہ (ع) ،جناب فاطمہ صغری (ع) ، خود جناب زینب سلام الہ علیہا بلکہ ایک ایک قیدی کے مانند (اپنی اپنی صلاحیت کے اعتبار سے) اپنے اندر ایک پیغام لئے ہوئے ہے ۔

ضروری تھا کہ یہ تمام انقلابی قوتیں مجتمع ہو کر غربت و بیکسی میں بہا دیئے جانے والے حسینی (ع) خون کی سرخی کربلا سے لے کر مدینہ تک تمام بڑے بڑے اسلامی مراکز میں پھیلادیں ۔

وقت امام سجاد علیہ السلام مدینہ میں وارد ہوں و وں کی بے چین و تجسس سوالی نگاہوں ، چہروں اور زبانوں کے جواب میں آپ (ع) ان کے سامنے حقائق بیان کریں اور یہ امام کی آئندہ مہم کا نقشہ اول ہے ۔

ا ں لئے ہم نے امام زین العابدین علیہ السلام کے اس مختصر دور حیات و ایـک ا ستثنائی دور سے تعبیر کیا ہے ۔

اس مہم کا دوسرا دور اس وقت شروع ہوتا ہے جب آپ (ع) مدینہ رسول (ص) میں ایـک محتـرم شہری کی حیثیت سے اپنی زندگی کا آغاز کرتے ہیں اور اپنا کا م پیغمبر اسلام) ص)کے گھـر اور آپ (ع) کے حرم (مسجد النبی (ص)) سے آغاز کرتے ہیں ۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام کے بارہ موقف اور طریقہ کار و سمجھنے کے لئے ضروری وم ہوتـا ہے کہ اس زمانے کی حالت و کیفیت اور اس کے تقاضوں پر بھی ایک تحقیقی نظر ڈال لی جـائے چنانچہ اس موضوع پر آ ے روشنی ڈالیں ے ۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی تحریک کس طرح شروع کی ، آپ (ع) کا ـر اور طریقـہ کار کیا تھا ان تمام باتوں و وم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس وقـت کـی حکـراں یا ـی مشینری سے بیزار و متنفر مخالفین کے مجموعی حالات اور بنی امیہ کے بـارہ مـیں ان کـے خیـالات ساتھ ہی ساتھ اہلبیت کی کلی صورت حال پر ایک نظر ڈال لی جائے اور یہ امام زین العابـدین علیـہ السلام کی زندگی کا ایک مستقل باب ہے چنانچہ اگر تفصیل کے ساتھ اس موضوع پـر گفتگـو ممکـن ہوئی تو امام علیہ السلام کی زندگی سے متعلق بہت ں مشکلات اور الجھنیں حل ہو جائیں گی ۔

اوربعد اس کے حضرت (ع) کی طرف سے کئے جانے والے آ ترامات کی خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے گی (البتہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کس حد تک تفصیل میں جانا ہمارے لئے ممکن ہوگا)

ماحول

جب عاشور کا المناک حادثہ رو نما ہوا، پوری اسلامی دنیا میں جہاں جہاں بھی یہ خبر پہنچی خصوصا عراق اور حجاز میں مقیم ائمہ علیہم السلام کے شیعوں اور طرفداروں میں ایک عجیب رعب و وحشت کی فضا پیدا ہو گئی کیوں کہ یہ محسوس کیا جانے لگا کہ یزیدی حکومت اپنی حاکمیت و تسلط کرنے کے لئے کچھ بھی کر سکتی ہے

حتی اس و عالم اسلام کی جانی پہچانی عظیم، مقدس اور معتبر ترین ہستی فرزند رسول(ص) حسین ابن علی علیہما السلام و بے دردی کے ساتھ قتل کرنے میں بھی کسی طرح کا کوئی دریغ نہیں ہے۔

اور اس رعب و وحشت میں ... کے آثار و فہ و مدینہ میں کچھ زیادہ ہی نمایاں تھے، جو کچھ کمی رہ گئی تھی وہ بھی اس وقت پوری ہو گئی جب کچھ ہی عرصہ بعد بعض دوسرے رزہ خیز حوادث رو نما ہوئے جن میں سر فہرست حادثہ " حرہ" ہے۔

اہلبیت طاہرین علیہم السلام کے زیر اثر علاقوں یعنی حجاز (خصوصا مدینہ) اور عراق (خصوصا کوفہ) میں بڑا ہی گھٹن کا ماحول پیدا ہو گیا تھا تعلقات و ارتباطات کافی کمزور ہو چکے تھے ۔

وہ لوگ جو ائمہ طاہرین علیہم السلام کے طرفدار تھے اور بنو امیہ کے خلافت و حکومت کے زبردست مخالفین میں شمار ہوتے تھے بڑی ہی کسمپرسی اور شک و شبہ کی حالت میں زندگی بسر کر رہے تھے ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت منقول ہے کہ حضرت (ع) گزشتہ ائمہ کے دور کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "ارتدالناس بعد الحسين (ع)الا ثلاثة " یعنی امام حسین علیہ السلام کے بعد تین افراد کے علاوہ سارے لوگ مرتد ہو گئے ،

ایک روایت میں پانچ افراد اور بعض دوسری روایتوں میں سات افراد تک کا ذکر ملتا ہے ۔

ایک روایت جو خود امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول ہے اور جس کے راوی ابو عمر مہری ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں : "ما بمكة والمدينة عشرين رجلا يحبنا " [1] پورے مکہ و مدینہ میں بیس افراد بھی ایسے نہیں ہیں جو ہم سے محبت کرتے ہوں ۔

----

(1)۔ بحار الانوار ج/ 46 ص/ 143 ۔

ہم نے یہ دونوں حدیثیں اس لئے نقل کی ہیں کہ اہلبیت طاہرین علیہم السلام اوران کے طرفداروں کے بارہ میں عالم اسلام کی مجموعی صورت حال کااندازہ لگایاجاسکے ۔

دراصل اس وقت ایسی خوف وہراس کی فضاپیداہوگی تھی کہ ائمہ (ع) کے طرفدارمتفرق وپراگندہ مایوس ومرعوب زندگی گذاررہے تھے اور کسی طرح کی اجتماعی تحریک ممکن نہ تھی ۔

البتہ جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام ذکر شدہ بالا روایات میں ارشاد فرماتے ہیں : "ثم ان الناس لحقوا و کثروا " پھر آہستہ آہستہ لوگ اہل بیت علیہم السلام سے ملحق ہوتے گئے اور تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا ۔

نئی تنظیمیں

اگر یہی مسئلہ جس کا ابھی ہم نے ذکر کیا ہے ذرا تفصیل کی ساتھ بیان کرنا چاہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ : کربلا کا عظیم سانحہ رو نما ہونے کے بعد اگر چہ شیعوں کی خاص تعداد رعب و وحشت میں گرفتار ہو گئی تھی پھر بھی خوف و ہراس اتنا غالب نہ تھا کہ شیعیان اہلبیت علیہم السلام کی پوری تنظیم یکسر درہم برہم ہو کر رہ گئی ہو جس کا واضح ثبوت یہ ہے

کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۰ وقت اسیران کربلا کا لٹا ہو ا قافہ ٕ وفہ میں وارد ہوتا ہے کچھ ایسے واقعات رو نما ہوتے ہیں جو شیٕ تنظیموں کے وجود کا پتہ دیتے ہیں ۔

البتہ یہاں ہم نے جو شیعوں کی خفیہ تنظیم، کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے یہ غلط فہمی نہیں پیدا ہونی چاہئے کہ یہاں ہماری مراد موجودہ زمانہ کی طرح یا ن تنظیموں کی وئی باقاعدہ منظم شکل ہے بلکہ ہمارا ر وہ اعتقادی روابط ہیں جو و وں و ایک دوسرے کے قریب لا کر ایک مربوط شکل دہاے میں پرو دیتے ہیں اور پھر و وں میں جذبہ ٔ فدا کاری پیدا کرکے خفیہ سرگرمی پر اکساتی ہے اور نتیجہ کے طور پر انسانی ذہن میں ایک ہم فکر جماعت کا تصور پیدا ہو جاتا ہے ۔

ان ہی دنوں جب کہ پیغمبر اسلام (ص) کی ذریت و فہ میں اسیر تھی

ایک رات ا ن جہ ٕ جہاں ان و قید رکھا گیا تھا ، ایک پتھر آکر گرا ، اہلبیت (ع) اس پتھر کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا تو ایک کاغذ کا ٹکڑا اس کے ساتھ منسلک تھا ۰ پر کچھ اس طرح کی عبارت تحریر تھی ، وفہ کے حاکم نے ایک شخص و یزید کے پاس (شام) روانہ کیا ہے تاکہ آپ کے حالات سے اس و باخبر کرے نیز آئندہ کے بارہ میں اس کا فیصلہ معلوم کرے اب اگر کل رات تک (مثلا) آپ و تکبیر کی آواز سنائی دے تو سمجھ لیئے کہ آپ وہیں قتل کر دینے کا فیصلہ ہوا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سمجھئے گا کہ حالات کچھ بہتر ہیں ۔ (2)

----

(2)- شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج/ 4ص/ 104 یہ واقعہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ الکامل میں نقل کیا ہے ۔

۰ وقت ہم یہ واق ۔ سنتے ہیں تو اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اس تنظیم کے دو ـتوں یـا ممبروں میں سے وئی شخص ابن زیاد کے دربار میں موجود رہا ہوگا ۰ و تمام حالات کی خبر تھی اور قید خانہ تک رسائی بھی رکھتا تھا تی کہ اس و یہ بھی وم تھا کہ قیدیوں کے ـ ـ ۔ مـیں کیا فیہ ۔ اور منصوبے تیار کئے جا رہے ہیں اور صدائے تکبیر کے ذری ۔ اہلبیت علـیہم السـلام ـو حالات سے باخبر کر سکتا ہے ۔

چنانچہ اس شدت مل کے ساتھ ساتھ جو وجود میں آچکی تھی اس طرح کی چیزیں بھی دیکھی جـا سکتی تھیں ۔

اس طرح کی ایک مثال براللہ بن عفیف ازدی کی ہے جو ایک مرد نابینا ہیں اور اسیران کربلا کے وفہ میں ورود کے موقع پر ہی شدید رد مل کا اظہار کرتے ہیں اور نتیجہ کے طور پر انہیں بھـی جام شہادت نوش کرنا پڑتا ہے ۔

یہی نہیں بلکہ اس قسم کے افراد کیا وفہ اور کیا شام ہر جہ ۔ مل جاتے ہیں جـو قیـدیوں کـی حالت دیکھ کر ان سے مـبت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں اور صرف آنسو بہـانے پـر اکتفـا نہـیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کی نسبت ملامت کے الفاظ بھی ا تعمال کرتے ہیں (تی کہ اس قسم کے واقعات دربار یزید اور ابن زیاد کی بزم میں پیش آتے رہے ہیں)

ہذا اگرچہ حادثہ کربلا کے بعد نہایت ہی شدید قسم کا خوف عوام و خواص پر طاری ہو چکا تھا پھر بھی ابھی اس نے وہ نوبت اختیار نہیں کی تھی کہ شیعیان آل محمد (ص) کی تمام سرگرمیاں بالکل ہی مفلوج ہو گئی ہوں اور وہ ضعف و پراگندگی کا شکار ہو گئے ہوں لیکن کچھ ہی دنوں بعد ایک دوسرا حادثہ کچھ اس قسم کا رو نما ہوا جس نے ماحول میں کچھ اور گھٹن کا اضافہ کر دیا۔

اور یہیں سے امام جعفر صادق علیہ السلام کی حدیث " ارتدالناس بعد الحسین (ع)" کا مفہوم سمجھ میں آتا ہے امام علیہ السلام نے غالبا ان حادثہ کے دوران یا اس کے بعد کے حالات کی طرف اشارہ فرمایا ہے یا ممکن ہے یہ بات اس درمیانی وقفہ سے متعلق ارشاد فرمائی ہو جو ان کے ما بین گزرا ہے۔

ان چند برسوں کے دوران -- اس عظیم حادثہ کے رو نما ہونے کے پہلے -- شیعہ اپنے امور کو منظم کرنے اور اپنے درمیان پہلی سی ہم آہنگی دوبارہ واپس لانے میں لگے ہوئے تھے ۔

اس مقام پر طبری اپنے تاثرات کا یوں اظہار کرتا ہے :" فلم یزل القوم فی جمع الة الحرب والاستعداد للقتال" یعنی وہ لوگ (مراد گروہ شیعہ) جنگی سازو سامان اکٹھا کرنے نیز خود کو جنگ کے لئے آمادہ کرنے میں لگے ہوئے تھے چپکے چپکے شیعوں اور غیر شیعوں کو حسین ابن علی علیہما السلام کے خون کا انتقام لینے پر تیار کر رہے تھے اور لوگ گروہ در گروہ ان کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ان میں شمولیت اختیار کر رہے تھے

اور یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا یہاں تک کہ یزید ابن معاویہ واصل جہنم ہو گیا ۔

چنانچہ ہم دیکھتے ہیں باوجود اس کے کہ ماحول میں گھٹن اور سراسیمگی بہت زیادہ پائی جاتی تھی پھر بھی اس طرح کی سر گرمیاں اپنی جگہ پر جاری تھیں (جیسا کہ طبری کی عبارت سے پتہ چلتا ہے) اور شاید یہی وہ وجہ تھی جس کی بنیاد پر " جہاد الشیعہ" کا مولف اگر چہ شیعہ نہیں ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام کے سلسلہ میں صحیح اور مطابق واقع نظریات نہیں رکھتا پھر بھی وہ اس حقیقت کو درک کر لیتا ہے اور اپنے احساسات کو ان الفاظ میں پیش کرتا ہے کہ: "گروہ شیعہ نے حسین (ع) کی شہادت کے بعد خود کو باقاعدہ تنظیم کی صورت میں منظم کر لیا ،ان کے اعتقادات اور سیاسی روابط انہیں آپس میں مربوط کرتے تھے ۔

ان کی جماعتیں اور قائد تھے ۔

اس طرح وہ فوجی طاقت کے بھی مالک تھے چنانچہ توابین کی جماعت اس تنظیم کی سب سے پہلی مظہر ہے " ان حقائق کے پیش نظر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ عاشور کے عظیم حادثہ کے زیر اثر اگر چہ بڑی حد تک شیعہ تنظیمیں ضعف و کمزوری کا شکار ہو گئی تھیں پھر بھی اس دوران شیعہ تحریکیں اپنی ناتوانی کے باوجود مصروف عمل رہیں جس کے نتیجہ میں پہلے کی طرح دوبارہ خود کو منظم کرنے میں کامیاب ہو گئیں ۔یہاں تک کہ واقعہ حرہ پیش آیا ۔ اور میں سمجھتا ہوں واقعہ حرہ تاریخ تشیع میں نہایت اہم موڑ ہے ۔

در اصل یہی وہ واقعہ ہے جس نے شیعہ تحریک پر بڑی کاری ضرب لگائی ہے ۔

واقعہ حرہ

حرہ کا حادثہ تقریبا 63 ہجری میں پیش آیا ۔

مختصر طور پر اس حادثہ کی تفصیلات کچھ اس طرح ہےں کہ 63 ہجری میں بنو امیہ کا کم تجربہ نوجوان مدینہ کا حاکم مقرر ہوا اس نے خیال کیا کہ شیعیان مدینہ کا دل جیتنے کے لیئے بہتر ہوگا کہ ان میں سے کچھ لوگوں کو شام جاکر یزید سے ملاقات کرنے کی دعوت دی جائے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا مدینہ کے چند سربرآوردہ افراد ، اصحاب نیز دیگر معززین سے منتخب کیئے

۔ میں اکثریت امام زین العابدین علیہ السلام کے عقیدت مندوں میں شمار ہوتی تھیں ان لوگوں کو شام جانے کی دعوت دی گئی کہ وہ جائیں اور یزید کے لطف و کرم دیکھ کر اس سے مانوس ہو جائیں اور اس طرح اختلافات میں کمی واقع ہو جائے ۔

یہ لوگ شام گئے اور یزید سے ملاقات کی چند دن اس کے مہمان رہے ان لوگوں کی خوب پذیرائی کی گئی اور رخصت ہوتے وقت یزید نے ہر ایک کو کافی بڑی رقم (تقریبا پچاس ہزار سے لے کر ایک لاکھ درہم تک)سے نوازا لیکن ۔

جیسے ہی یہ وگ رینہ واپ پہنچے ، چوں کہ یزیدی در بار میں پیش آنے والے امیئ انھوں نے اپنی نظروں سے خود دیکھ لئے تھے لہذا خوب کھل کر یزید و مورد تنقید قرار دیا اور نتیجہ بالکل ہی برعکس ظاہر ہوا ان وگوں نے یزید کی تعریف و توصیف کرنے کے بجائے ہر خاص و عام کو اس کے جرائم سے آگاہ کرنا شروع کر دیا ۔

وگوں سے کہا: یزید و کس بنیاد پر خلیفہ تسلیم کیا جا سکتا ہے جب کہ شراب و کباب میں غرق رہنا اور کتوں سے کھیلنا اس کا بہترین مشغلہ ہے ۔ وئی فسق و فجور ایسا نہیں ہے جو اس کے یہاں نہ پایا جاتا ہو ۔ لہذا ہم اس و خلافت سے معزول کرتے ہیں ۔

برالہ بن حنظہ (3) جو رینہ کی نمایاں اور محبوب شخصیتوں میں سے تھے - یزید کے خلاف آواز بلند کرنے والوں میں پیش پیش تھے ان وگوں نے یزید و معزول کرکے وگوں و اپنی طرف دعوت دینی شروع کر دی۔

----

(3)- حنظہ ہی وہ نو جوان ہیں جو قبل اس کے کہ ان کی شب عروس تمام ہو (پیغمبر اسلام (ص) کی فوج میں آکر شامل ہو گئے اور میدان احد میں شہادت کا جام نوش فرمایا اور ملائکہ نے ان و غسل دیا اس لئے یہ حنظہ غسیل املائکہ کے نام سے معروف ہوئے ۔

اس آرام کا نتیجہ یزید کی طرف سے براہ راست رد عمل کی صورت میں ظاہر ہوا اس نے اپنے ایک تجربہ کار پیر فرتوت سردار ، مسلم بن عقبہ و چند مخصوص لشکریوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا کہ وہ اس فتنہ و خاموش کر دے ۔

مسلم بن عقبہ مدینہ آیا اور چند روز تک اہل مدینہ کی قوت مقابلہ و پست کرنے کے لیئے شہر کا محاصرہ کئے رہا یہاں تک کہ ایک دن شہر میں داخل ہوا اور اس قدر قتل و غارت گری مچائی اور اس قدر ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ اسلام میں وہ آپ اپنی مثال ہے ۔

اس نے مدینہ میں کچھ ایسا ہی قتل و غارت گری اور ظلم و زیادتی کا بازار گرم کیا تھا کہ اس حادثہ کے بعد اس کا لقب ہی مسرف پڑ گیا اور لوگ اس و " مسرف بن عقبہ " کے نام سے پکارنے لگے ۔ حادثہ حرہ سے متعلق واقعات کی فہرست کافی طویل ہے اور میں زیادہ تشریح میں جانا نہیں چاہتا صرف اتنا عرض کر دینا کافی ہے

کہ یہ واقعہ تمام مسلمانوں خصوصا اہلبیت علیہم السلام کے دوستوں اور ہمنواؤں میں بے پناہ خوف و ہراس پیدا کرنے کا سبب بنا ، خاص طور پر مدینہ تقریبا خالی ہو گیا کچھ لوگ بھاگ گئے کچھ لوگ مار ڈالے گئے اہلبیت) ع) کے کچھ مخلص و ہمدرد مثال کے طور پر عبداللہ ابن حنظلہ جیسے لوگ شہید کر دیئے گئے

اور ان کی جگہ خالی ہو گئی ۔ اس حادثہ کی خبر پوری اسلامی دنیا میں پھیل گئی اور سب سمجھ گئے کہ اس قسم کی ہر تحریک کا سد باب کرنے کے لئے حکومت پوری طرح آمادہ ہے اور کسی طرح کے آرام کی اجازت دینے کو ہرگز تیار نہیں ہے ۔ اس کے بعد ایک اور حادثہ -- جو مزید شیعوں کی سرکوبی اور ضعف کا سبب بنا -- جناب مختار ثقفی کی وفات میں شہادت اور پورے عالم اسلام پر عبد الملک بن مروان کے تسلط کی صورت میں ظاہر ہوا ۔

یزید کی موت کے بعد جو خلفاء آئے ہیں ان میں اس کا بیٹا معاویہ ابن یزید ہے جو تین ماہ سے زیادہ حکومت نہ کر سکا ۔ اس کے بعد مروان بن حکم کے ہاتھ میں اقتدار آیا اور تقریبا دو سال یا اس سے کچھ کم اس نے حکومت کی اور پھر خلافت کی باگ ڈور عبد الملک بن مروان کے ہاتھ میں آگئی ۔ جس کے لئے مورخین کا خیال ہے کہ وہ خلفائے بنو امیہ میں زیرک ترین خلیفہ رہا ہے ۔ چنانچہ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ: "کان عبد الملک اشد هم شکیمه و اقساهم عزیمه" عبد الملک پورے عالم اسلام کو اپنی مٹھی میں جکڑ لینے میں کامیاب ہو گیا اور خوف و دہشت سے معمور عامرانہ حکومت قائم کر دی۔ حکومت پر مکمل تسلط حاصل کرنے کے لئے عبد الملک کے سامنے صرف ایک راہ تھی اور وہ یہ کہ اپنے تمام رقیبوں کا صفایا کر دے مختار جو شیعیت کی علامت تھے ، مصعب بن زبیر کے ہاتھوں پہلے ہی جام شہادت نوش فرما چکے تھے

لیکن بر املک شیٔ ہ تحریک کا نام و نشان مٹا ڈالنا چاہتا تھا اور اس نے یہی کیا بھی ۔اس کے دور میں عراق خصوصا وفہ جو اس وقت شیعوں کا ایک گ ہ شمار کیا جاتا تھا ،مکمل جمود اور خاموشی کی نذر ہو گیا۔ بہر حال یہ حوادث کربلا کے عظیم سانحہ سے شروع ہوئے اور پھر یکے بعد دیگرے واقعہ حرہ میں اہل دینہ کے قتل و غارت ، عراق میں تو ابین (4)

----

(4)- توبین کی تحریک واقعہ کربلا کا سب سے پہلا رد مل ہے جو وفہ میں ظاہر ہوا (۔

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد بعض شیعوں نے ایک دوسرے و مورد ا ام ٹہراتے ہوئے مواخذہ و تاب کا مستحق قرار دیا کہ انھوں نے امام کی دعوت پر لبیک کیوں نہ کہی اور رد کے لئے میدان میں نکلنے سے کیوں گریز کیا چنانچہ انھوں نے محسوس کیا اس گناہ سے اپنے دامن و پاک کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ امام کے دشمنوں او ر قاتلوں سے حضرت کے خون کا انتقام لیا جائے ، ھذا وہ وگ وفہ ائے اور اکابرین شیعہ میں سے پانچ افراد و جمع کرکے ان سے اس سلسلہ میں گفتگو کی اور نتیجہ کے طور پر سلیمان بن صرد خزاعی کی قیادت میں کھلے طور پر مسلحانہ تحریک کا اغاز کر دیا ۔

شب جمعہ 25 / ربیع الثانی 65 ء ہجری و امام حسین علیہ السلام کی قبر مبارک پر زیارت کے لئے جمع ہوئے اس طرح فریاد و گریہ کرنا شروع کیا کہ اج تک اس گریہ و زاری کی مثال نہیں ملتی ۔ اس کے بعد قبر امام و وداع کہہ کر شامی حکومت سے نبرد ازمائی کے لئے شام کا رخ کیا اور پھر لشکر بنو امیہ سے جم کر جنگ ہوئی اور سب کے سب مارے گئے ۔ توابین کی تحریک کاایک دلچسپ پہلو یہ ہے کہ یہ وگ با وجود اس کے کہ وفہ میں تھے پھر بھی شام گئے اور برسر اقتدار حکومت سے جنگ کی تاکہ یہ ثابت کر دیں کہ امام حسین علیہ السلام کا قاتل وئی ایک شخص یا چند اشخاص نہیں ہیں بلکہ یہ حکومت ہے نے امام حسین علیہ السلام و شہید کیا ہے ۔

کی بیخ کنی ،جناب مختار ثقفی اور ابراہیم بن مالک اشتر نخعی نیز دیگر اکابرین شیعہ کی شہادت کا نتیجہ یہ نکلا کہ آزادی کے حصول کی غرض سے ہر تحریک چاہے وہ رنیہ ہو یا وفہ(کیوں کہ اس وقت یہ دونوں شیعوں کے اہم ترین مراکز تھے (کچل کر رکھ دی گئی ، شیعیت سے متعلق پورے عالم اسلام میں ایک عجیب خوف و ہراس پیدا ہوگیا ۔

اس کے بعد بھی جو لوگ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے وابستہ رہ گئے تھے اپنی زندگی نہایت ہی غربت و کسمپرسی میں بسر کر رہے تھے ۔

اس دور میں امام علیہ السلام کا موقف

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر امام زین العابدین علیہ السلام بھی بنو امیہ کے زمام حکومت کے خلاف آواز بلند کرنا چاہتے ہوتے تو وہ بھی علم بغاوت بلند کر دیتے یا کم از کم (مثال کے طور پر) عبداللہ بن حنظلہ یا مختار ثقفی سے ملحق ہو جاتے یا یہ کہ آپ (ع) ان لوگوں کی رہبری قبول کرلیتے اور کھل کر ان کی حمایت کرتے ۔

لیکن اگر اس دور کے حالات ہمارے پیش نظر ہوں جن میں امام سجاد علیہ السلام زندگی بسر کر رہے تھے تو ہمارے لئے سمجھنا مشکل نہ ہوگا کہ اس طرح کی فکر ائمہ علیہم السلام کی سیرت سے (جسے ہم بعد میں بیان کریں گے) قطعی میل نہیں کھاتی ۔

ان حالات میں اگر امام زین العابدین علیہ السلام یا ائمہ علیہم السلام میں سے کوئی بھی ہوتا اور کھل کے کسی مخالف تحریک میں شامل ہو جاتا یا تلوار لے کے سامنے آگیا ہوتا تو یقینی طور پر شیعیت کی جڑیں ہمیشہ کے لئے کٹ جاتیں ۔

اور پھر آئندہ کسی زمانہ میں مکتب اہلبیت علیہم السلام کے نشو نما اور ولایت و امامت کے قیام کی کوئی امید باقی نہ رہ جاتی سب کچھ ختم اور نیست و نابود ہوکر رہ جاتا ۔

بظاہر یہی وجہ نظر آتی ہے کہ امام سجاد علیہ السلام مختار ثقفی کے عام میں ان سے کھل کر کسی طرح کی ہم آہنگی کا اعلان نہیں کرتے اگر چہ بعض روایتیں اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ (ع) کا مختار ثقفی سے مخفی طور پر رابطہ قائم تھا چنانچہ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ امام نے علی الاعلان ان سے کبھی کسی طرح کا رابطہ نہ رکھا بلکہ بعض روایتیں تو کہتی ہیں کہ حضرت عام نشستوں میں مختار سے اپنی ناراضگی کا اظہار بھی کرتے تھے اور یہ چیز بالکل فطری ہے ظاہر ہے آپ(ع) اس سلسلہ میں تقیہ سے کام لے رہے تھے تاکہ دشمن و ان کے درمیان کسی خفیہ رابطہ کا شک بھی نہ ہونے پائے ۔

اگر مختار و کامیابی نصیب ہو جاتی تو حکومت اہلبیت (ع)کے سپرد کر دیتے لیکن شکست کی صورت میں جیسا کہ ہوا ۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور مختار کے درمیان رابطہ کا علم ہو جانے کے بعد خود امام علیہ السلام اور آپ کے دو ستوں اور ہمنواؤں و بھی اس کی سنت تیمت پکانی پڑتی اور شاید شیعیت کا قلع و قمع ہو گیا ہوتا ہذا حضرت امام سجاد علیہ السلام ان سے کھل کر کسی طرح کا رابطہ برقرار کرنا کسی طرح اپنے موقف کے لئے مفید نہیں سمجھتے ۔

روایت میں ہے ۰ وقت حرہ کے موقع پر مسلم ابن عقبہ مدینہ منورہ پہنچ رہا تھا کسی و شک نہ تھا کہ سب سے پہلی شخصیت جو اس کے ظلم و جور کا نشانہ بنے گی وہ امام زین العابدین علیہ السلام کی ذات مبارک ہے لیکن حضرت (ع) نے اپنی تدبیر و فراست سے کام لیتے ہوئے ایسی حکیمانہ روش اختیار کی کہ یہ بلا آپ (ع (سے دور ہو گئی چنانچہ امام (ع) کا وجود باقی رہا اور اس طرح شیعیت کا اصل محور اپنے مقام پر محفوظ رہ گیا ۔

البتہ وہ روایتیں جو بعض کتب منجملہ ان کے خود بحار الانوار میں بھی نقل کی گئی ہیں کہ امام علیہ السلام نے مسلم بن عقبہ کے سامنے اپنی حقارت و عاجزی کا اظہار فرمایا، اس و بھی میں کسی صورت قبول کرنے پر تیار نہیں ہوں بلکہ میری نظر میں یہ قطعی امام (ع) پر جھوٹ اور افترا باندھا گیا ہے کیوں کہ: ۔

اولاً۔ یہ کہ ان میںسے وئی روایت صحیح ا ناد پر منتھی نہیں ہوتی ۔

ثانیاً۔ یہ کہ ان کے بامقابل دوسری روایتیں موجود ہیں جو مون کے اعتبار سے ان کا جھوٹا ہونا ثابت کرتی ہیں۔

امام زین العابدین علیہ السلام اور لم بن عقبہ کی ملاقات کے ذیل میں متعدد روایتیں ملتی ہیں اور ان میں سے وئی ایک دوسرے سے میل نہیں کھاتی لیکن چوں کہ ان میں سے بعض روایات ائمہ علیہم السلام کی شخصیت اور ان کے کردار سے زیادہ قریب ہیں ہذا ہم ان کو قبول کرتے ہیں اور طبیعی طور پر قبول کرتے ہیں پھر ان کے بامقابل بہت ی دوسری روایتیں خود بخود غلط قرار پاجاتی ہیں اور میرے ن دیک ان کے غط ہونے میں وئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا ۔

بہر حال وہ اعمال جو بعض روایتوں میں بیان کئے گئے ہیں امام علیہ السلام سے بعید ہیں لیکن اس میں بھی وئی شک نہیں کہ حضرت (ع) نے لم بن عقبہ کے مقابلہ میں کسی عاندانہ رویہ کا اظہار نہیں ہونے دیا کیوں کہ اگر وئی ایسا طریقہ کار اپ (ع) اپناتے تو قتل کر دیئے جاتے اور یہ چیز امام حسین علیہ السلام کی اس تحریک کے میں ایک ناقابل تلافی نقصان ثابت ہو سکتی تھی و زندہ رکھنا امام سجاد علیہ السلام کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ تھا ہذا ضروری تھا کہ امام سجاد علیہ السلام زندہ رہیں اور اسی طرح جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول روایت میں کہا گیا ہے ۔

رفتہ رفتہ وگ آپ (ع) سے ملحق ہوتے رہیں اور ان کی تعداد بڑھتی رہے ۔

در اصل امام زین العابدین علیہ السلام کا کام ایسے سخت اور نا مساعد حالات میں شروع ہوتا ہے کا جاری رکھنا عام افراد کے لئے تقریبا ناممکن تھا۔

بر املک کا دور میں حضرت (ع) کی امامت کا بیشترین حصہ یعنی تقریبا 30 ۔ 32 سال گزرا ہی دشوار دور تھا۔

بر املک کی پوری مشینری مکمل طور پر آپ کی نگرانی پر لگی ہوئی تھی اس نے ایسے جاسوس مقرر کر رکھے تھے جو امام علیہ السلام کی زندگی کے ایک ایک پل حتی کہ خانگی اور خصوصی مسائل کی بھی خبر اس تک پہنچاتے رہتے تھے ۔

امام زین العابدین کے پاس ایک کنیز تھی و آزاد کرنے کے بعد آپ نے اس سے شادی کرلی ۔

یہ خبر براملک و وم ہوئی تو اس نے حضرت کے نام ایک خط روانہ کیا اور اس میں اس موضوع پر طنز و سرزنش کی وہ اس طرح باور کرانے کی وشش کررہاتھا کہ ہم آپ کے تمام امور کی خبر ملتی رہتی ہے اور تمام حالات زندگی کی خبر رکھتے ہیں اور ضمنی طور پر ہم خون اور ہم قبیلہ ہونے کی بنیاد پر بحث و مناظرہ بھی کرنا چاہتا تھا ۔

وہ خط میں لکھتا ہے کہ آپ کا یہ کام قریش کی روش کے خلاف ہے اور آپ چونکہ قریش کی ہی ایک فرد ہیں ہذا آپ و ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا ۔

چنانچہ حضرت (ع) نے بھی اس کا جواب بہت ہی تندو سنت لب و ہجہ میں دیتے ہیں جو قابل توجہ ہے ۔آپ نے اپنے خط سے بر املک پر یہ واضح کردیا کہ تیرا نیم دوستی اور نیم دشمنی پر محمول یہ خط کسی طرح بھی میرے لئے قابل قبول نہیں ہے ۔

یہ واقعہ اس دور کا ہے جب حضرت (ع) کسی حد تک اپنی جدو جہد کا آغاز کرچکے تھے ۔

امام علیہ السلام کے مقاصد

امام سجاد (ع) کن حالات میں کام کیا ہے یہ بات واضح ہوگئی ،تو امام علیہ السلام ایسے حالات میں اپنی تحریک کا آغاز کرنا چاہتے ہیں اس منزل میں ائمہ علیہم السلام کے ر اور طریقہ کار کے ۔ میں مختصرطور پر اشارہ کردیناضروری سمجھتا ہوں اس کے بعد اس روش اور طریقہ کار کی روشنی میں امام (ع)کی جزئیات زندگی پر روشنی ڈالنے کی وشش کرونگا ۔

اس میں تو وئی شک نہیں کہ جناب امام سجاد (ع)کا آخری ر ،اسلامی حکومت قائم کرنا ہے چنانچہ صادق آل محمد علیہ السلام کی اس روایت کے ا ،. کا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں

61 ہجری ،اسلامی حکومت کی تاسیس کا سال قرار دیا گیاتھا مگر 70 ہجری ،خداوند عالم کی طرف سے

ہجری میں ہی امام حسین (ع) کی شہادت واقع ہوگئی جس کے نتیجہ میں یہ کام سن 147 ء

148 تک کے لئے موقوف کردیا گیا ۔

یہ چیز کامل طور پر اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ جناب امام سجاد (ع) نیز دیگر تمام ائمہ علیہم السلام کا آخری مقصد اسلامی حکومت قائم کرنا ہی رہا ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ان حالات میں حکومت اسلامی کس طرح قائم ہو سکتی ہے ۔

اس کے لئے چند چیزیں بہت ضروری ہیں ۔

1۔ صحیح اسلامی طرز فکر ، جو واقعی طور پر ائمہ علیہم السلام کے پاس تھی ۔

مدون و مرتب ہو اور درس و تبلیغ کے ذریعہ عام کی جائے کیوں کہ یہی طرز فکر ہے جو اسلامی حکومت کی بنیاد و اساس قرار دیا جا سکتا ہے ۔

اس حقیقت کے پیش نظر کہ مسلسل طور پر ایک بے عرصے تک اسلامی عاشرہ صحیح اسلامی طرز فکر سے دور ی اختیار کئے رہا بھلا کس طرح ممکن ہو سکتا تھا کہ لوگوں کے ذہنوں پر اسلامی افکار کا نقش قائم کئے بغیر اسلامی نظریات پر مبنی ایک حکومت قائم کر دی جائے جب کہ ابھی حکومت کے حقیقی احکام کی تدوین و ترتیب بھی باقاعدہ عمل میں نہ آسکی ہو۔

امام زین العابدین علیہ السلام کا عظیم ترین کارنامہ یہی ہے کہ آپ (ع) نے اسلام کے بنیادی افکار و نظریات توحید ، نبوت،انسان کی معنوی حیثیت ، خدا اور بندہ کے درمیان رابط نیز دیگر اہم موضوعات و رون و مرتب کر دیا ہے چنانچہ زبور آل محمد (ص) یعنی صحیفہ سجادیہ کی اہم ترین خصوصیت یہی ہے ۔

اگرآپ صحیفہ سجادیہ کا مطالعہ کریں اور اس کے بعد اس زمانے کی عام اسلامی فکر کا جائزہ لیں تو آپ دیکھیں گے کہ دونوں کے درمیان کتنا فاصلہ نظر آتا ہے ۔

اس وقت پورا عالم اسلام مادیت میں گرفتار اپنی مادی ضروریات و خواہشات کی تکمیل میں سر گردان و منہمک ہے ، خلیفہ وقت (عبد الملک بن مروان) سے لے کر اس کے ارد گرد بیٹھنے والے علماء تک (مثال کے طور پر محمد بن شہاب زہری جیسے درباری علماء ، جن کا ذکر عنقریب آئے گا) سب کے سب مفاد پرستی و دنیا طلبی میں غرق نظر آتے ہیں ۔

امام سجاد علیہ السلام وہاں خطاب کرتے ہوئے ان کی اسلامی حمیت کو للکارتے ہیں: "اولا حریدع ہذہ للماظۃ لا ہلہا" ایا (تم میں) کوئی ایسا آزاد مرد نہیں ہے جو اس دریدہ دہن حریص کتے کا بچا کھچا اس کے اہل کے لئے چھوڑ دے ۔

یہاں اسلامی طرز فکر سے مراد ۔ معنویات و اصل ہدف قرار دے کر صحیح اسلامی و معنوی بلندیوں تک پہنچنے کی جد و جہد کرنا اور انسان کا اپنے معبود نیز اس کی طرف سے عائد شدہ ذمہ داریوں کے تئیں متوجہ رہنا ہے ۔

جب کہ اس کے بامقابل وہ مادی طرز فکر ہے جس نے اس دور کے مسلمانوں کو اپنا شکار بنا رکھا تھا ۔

بہر حال صرف نمونہ کے طور پر ہم نے ایک بات یہاںذکر کردی ورنہ امام سجاد علیہ السلام نے اس طرح کے بے انتھا امور انجام دیئے ہیں جس کے نتیجہ میں صحیح اسلامی طرز فکر اپنے اصل خد و خال کے ساتھ اسلامی معاشرہ میں باقی رہ جائے اور اس کو امام زین العابدین علیہ السلام کا اولین کارنامہ قرار دیا جا سکتا ہے ۔

2۔ اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے حقدار افراد کی طرف عوام کی رہنمائی کرنا ۔

ان حالات میں جب کہ دسیوں سال سے پیغمبر اسلام (ص) کی ذریت طاہرہ کے خلاف پروپیگنڈہ کا بازار گرم رہا ہو اور تقریبا پورا عالم اسلام اس شورو غوغا سے لبریز ہو ۔

پیغمبر اسلام (ص) کی طرف سے منسوب کرکے ایسی جعلی حدیثوں کا انبار لگا دیا ہو جو اہل بیت علیہم السلام کی تحریک کے سو فیصد خلاف ہوں حتی کہ بعض حدیثوں میں اہل بیت علیہم السلام کو مورد سب ولعن قرار دے دیا گیا ہو ،اور یہ حدیثیں عوام کے درمیاں نشر بھی ہو چکی ہوں کہ لوگوں کو اہلبیت(ع) کی صحیح معرفت اور ان کی معنوی حیثیت اور مقام کا علم ہی نہ ہو ۔

تو بھلا بتایئے اہلبیت علیہم السلام کے ہاتھوں حکومت کی تشکیل کیسے ممکن ہو سکتی ہے ؟ اس لئے امام زین العابدین علیہ السلام کا ایک اہم ترین کارنامہ یہ بھی تھا

کہ و وں کے درمیان اہلبیت علیہم السلام کی حقانیت و واضح و آشکار کریں انہیں بتائیں کہ ولایت و امامت اور خلافت و حکومت ان کا حق ہے یہی حضرات پیغمبر ختمی مرتبت (ص) کے حقیقی جانشین ہیں ۔

ساتھ ساتھ و وں و اس مسئلہ کی اہمیت سے بھی آگاہ کیا جائے چنانچہ اگر یہ مسئلہ اسلامی نظریات اور آئیڈیو وجی سے تعلق رکھتا ہے پھر بھی اس کا سیاست سے بڑا گہرا ربط ہے دوسرے لفظوں میں موجودہ سیاسی نظام کے خلاف ایک سیاسی تحریک ہے ۔

3۔امام سجاد علیہ السلام کی تیسری اہم ذمہ داری یہ تھی کہ ایک ایسی تنظیم تشکیل دی جائے جو آئندہ کے لئے ہر طرح کی سیاسی و اسلامی تحریک کا اصل محور قرار پا سکے لیکن ایک ایسے عاشرہ میں جہاں وگ گھٹن ،فقر مالی ، و معنوی فشار کے زیر اثر افرا تفری اور پراگندگی کی زندگی گذار نے کے عادی ہو چکے ہوں تی کہ خود شیعہ حضرات ایسے سخت دباؤ اور فشار میں مبتلا کر دیئے گئے ہوں کہ ان کی تنظیمیں درہم برہم ہو کر رہ گئی ہوں بھلا امام زین العابدین علیہ السلام کے لئے کس طرح ممکن تھا کہ تن تنہا یا اپنے چند گنے چنے نا منظم مخلصین کے ساتھ اپنا کام شروع کر سکیں؟ چنانچہ کسی تحریک کے آغاز سے پہلے امام کے لئے ضروری تھا کہ وہ شیعوں کو منظم کریں اور باقاعدہ ان کی تنظیمیں تشکیل دیں ۔

اور یہ جہاں تک میری نظر ہے ، امیر اموٴمنین علیہ السلام کے دور میں موجود تھی البتہ بعد میں کربلا کے المناک سانحہ ، مدینہ میں حرہ کے حادثہ اور کوفہ میں مختار کے واقعہ نے تقریباً ان کی بنیادیں متزلزل کرکے رکھ دی تھیں اب ضرورت تھی کہ ان کو دوبارہ منظم کرکے ان میں ایک نئی روح پھونک دی جائے ۔

مختصر یہ کہ حضرت امام سجاد علیہ السلام کو اپنی تحریک آگے بڑھانے کے لئے بنیادی نوعیت کے حامل تین اہم کام انجام دینے تھے ۔

اول۔ منزل من اللہ ، صحیح اسلامی افکار و نظریات کی تدوین و تربیت ، جو ایک مدت سے تحریف یا فراموشی کی نذر کر دیئے گئے تھے ۔

دوم ۔ اہلبیت علیہم السلام کی حقانیت اور خلافت و امامت و ولایت پر ان کے استحقاق کا اثبات ۔

سوم۔ شیعایان آل محمد (ص) کو ایک نقطہ پر جمع کرکے ان کی ایک باقاعدہ تنظیم کی تشکیل ۔

یہی وہ تین بنیادی کام ہیں جن کا ہمیں تفصیل سے جائزہ لینا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ ان میں سے کون سا کام امام سجاد علیہ السلام کے زمانہ انجام پایا ۔ اگر چہ ان تین امور کے علاوہ اور بھی بہت سے کام انجام پانے تھے مگر ان کو ضمنی و ثانوی حیثیت حاصل ہے ۔

خمہ ، اس کے کبھی کبھی خود امام علیہ السلام یا آپ کے ساتھیوں کے ذریٰ ، ایسے آ رامات مے ل میں آئیں یا ایسے افکار و خیالات پیش کئے جائیں جو اس گھٹن کے ماحول میں کسی حرتک تب ریلی لا سکیں۔

چنانچہ ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جہاں مجمع عام میں امام) ع)کے ؐ نوا یا خود امام علیہ السلام کچھ ایسے خیالات کا اظہار فرماتے نظر آتے ہیں ۔ کا ر محض اس گھٹن کی فضا و تـوڑ کـر اس خمد ماحول میں ہوا کا ایک تازہ جھونکا پیدا کرنا تھا (البتہ اس طرح کے واقعات بھی اس دور کے ہیں جب تحریک میں کچھ استحکام پیدا ہوچلا تھا) ۔

بہر حال یہ وہ ضمنی آ رامات ہیں ۔ کے چنر نمونے یا د دہانی کے طور پر آ ے چـل کـر ہم پیش کریں ے ۔

ای طرح کا ایک اور ضمنی کام براہ راست موجودہ یا ی مشینری یا اس کے واحقین کے ساتھ عمولی طورتیخ نرم کرنا بھیجے چنانچہ اس طرح کے قنیۓ امام علیہ السلام اور بر املک بن مروان کے درمیان بار بار پیش آتے رہے ہیں اس کے علاوہ ای ضمن میں حضرت (ع)اور براملک سے وابستہ) محمدبن شہاب زہری جیسے) خر ف علماء کے درمیان پیش آنے والے علالات بھی شامل ہیں ۔

امام علیہ السلام کے دو توں اور خلفائے وقت کے مابین ہونے والی بعض معرکہ ارائیاں بھی اسی فہرست میں اتی ہیں ۔

اور ان سب کا ہدف و ر کسی حد تک اس حبساور گھٹن کے ماحول سے و وں و نجات دلانا تھا ۔انشاء اللہ اے ان جزئیات پر تفصیلی بحث کی جائے گی ۔

اگر وئی شخص صرف ان حد تک میرے تمام معروضات و اچھی طرح درک کرلے تو ساری کی ساری اخلاق روایات موعظانہ گفتگو اور پیغامات ، عارفانہ اور دعائیں نیز دیگر بے بہا اقوال و ارشادات جو امام چہارم علیہ السلام سے مروی ہیں یا امام علیہ السلام کی زندگی میں واقع ہوتے رہے ہیں خود بخود ایک معنی پیدا کر لیں گے یعنی وہ شخص اس بات و محسوس کرنے پر مجبور ہو جائے گا کہ امام علیہ السلام کے تمام آرامات و ارشادات ان ہی تینوں خطوط کے ارد گرد گھومتے نظر اتے ہیں جن کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے اور مجموعی طور پر ان تمام امور کا ایک ہی ر و ہدف یعنی ایک اسلامی حکومت کی تشکیل ہے ۔

البتہ یہاں یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ امام سجاد علیہ السلام و ہرگز اس بات کی فکر اور جلدی نہیں تھی کہ مطلوبہ اسلامی حکومت خود اپ (ع) کے زمانے میں ہی تشکیل پاجائے بلکہ اپ (ع) جانتے تھے کہ یہ کام مستقبل قریب میں اپ (ع) کے فرزند امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پانا مقرر ہو چکا ہے (جو ائندہ پیش انے والے حادثات کی بنا پر دوبارہ معرض التوا میں پڑ گیا)

ہماری گزشتہ بحث اس منزل تک پہنچی تھی کہ اسلامی حکومت کی تشکیل ہمارے تمام ائمہ معصومین علیہم السلام نجملہ ان کے امام زین العابدین علیہ السلام کا بنیادی مقصد و ہدف تھا۔ چنانچہ اس سمت میں امام (ع) کی تین اہم ترین امور انجام دینے تھے کیوں کہ ان ابتدائی منزلوں کو طے کئے بغیر اسلامی حکومت کی تشکیل ممکن ہی نہیں تھی ۔

پہلا کام

لوگوں میں صحیح اسلامی طرز فکر پیدا کرنا تھا جو گزشتہ حاکمان جور کے ہاتھوں ایک مدت سے خود فراموشی یا تحریف کی نذر ہو چکا تھا چنانچہ اس کو اپنی اصلی و ابتدائی شکل و صورت میں واپس لانے کے لئے پورے اسلامی معاشرہ میں ہر خاص وعام کو جس حد تک بھی ممکن ہو سکے اور جہاں جہاں تک بھی امام (ع) کی تبلیغ و تعلیم کی آواز پہنچ سکے اسلامی اصول و حقائق سے آشنا کرنا بے حد ضروری تھا ۔

دوسرا کام

مسئ ہ امامت کی حقیقت سے و وں و واقف بنانا تھا یعنی عوام کے درمیان اسلامی حکومت یا اسلامی حاکیت اور اسلامی حاکیت و قائم کرنے کے لئے مستح   و موزوں افراد کی نشان دہی کرنی تھی ۔
ان و یہ بتانا تھا کہ اس وقت جو وگ خلافت و حکومت پر براجمان ہیں حاکمان کفر و اسـتبداد اور مربیان فس   و نفاق ہیں ۔

اور آج اسلامی عاشرہ میں براملک بن مروان جیسوں کی حکومت ، وہ حاکیت نہیں ہے جو اسلام اپنے عاشرہ کے لئے چاہتا ہے کیوں کہ جب تک عوام ان مسائل سے آگاہ و ہوشیار نہ ہـوں سے اور اپنے آپ میں نہ آئیں ے رفتار زمانہ کے ہاتھوں ان پر جو بے حسی طاری ہوگئ ہے اس کے گرد و بار جب تک ذہـنوں سے صاف نہ ہو جائیں ے امام علیہ السلام کی نگاہ میں حاکیـت کا جـو تصور ہے ان کے لئے کبھی قابل قبول نہ ہوگا ۔

تیسرا کام

ایک ایسی جماعت اور تنظیم تشکیل دینا سے وابستہ افراد دست امامت کے تربیت یافتہ مرکـ ی ارکان ہوں ۔

ان تینوں بنیادی کاموں کے انجام پاجانے کا مطلب یہ ہے کہ اب اسلامی حکومت یا علوی نظام کے لئے زمین ہموار ہو چکی ہے ۔

البتہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں اور یہاں پھر یہ بات واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے برخلاف امام زین العابدین علیہ السلام کے پیش نظر یہ بات ہرگز نہیں تھی کہ خود ان کے زمانہ میں ہی یہ حاکمیت تبدیل ہو کر حکومت اسلامی قائم ہو جائے کیوں کہ معلوم تھا کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے زمانہ میں اس کے لئے زمین ہموار نہیں ہو سکے گی ۔

ظلم و زیادتی جبر اور گھٹن کا ماحول کچھ اتنا زیادہ تھا کہ محض 30 سال کی مدت میں اس کا برطرف ہو جانا ممکن نہ تھا چنانچہ امام سجاد علیہ السلام مستقبل کے لئے زمین ہموار کر رہے تھے ۔

حتی کہ ایسے بھی متعدد قرائن ملتے ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا بھی اپنی زندگی کے دوران ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا کہ خود اپنے دور میں ہی اسلامی حکومت تشکیل دے دیں یعنی 61 ھ سے 95 ھ تک جب کہ امام سجاد علیہ السلام کی شہادت واقع ہوئی اور پھر 95 ہجری سے 114 ھ تک جو امام محمد باقر علیہ السلام کا دور امامت ہے ان سے کوئی بھی خود اپنے زمانے میں ہی حکومت اسلامی تشکیل دے دینے کی فکر میں نہیں تھا لہذا ان کی نظر یں ایک مدت دراز کے بعد ظاہر ہونے والے نتائج پر تھیں چنانچہ جیسا کہ میں نے اشارتاً عرض کیا امام سجاد علیہ السلام کا طریقہ کار طویل المدت کے لئے تھا ۔

اب ہم امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشادات عالیہ کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے معروضات کا ثبوت ،خود امام علیہ السلام کے اقوال میں تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیوں کہ امام سجاد (ع)کی زندگی کے بارہ میں کوئی تحقیقی جائزہ پیش کرتے وقت ہمارے بنیادی مصادر و ماخذ خود امام علیہ السلام کے کلمات مبارکہ ہی ہونے چاہئیں ۔

اور یہی طریقہ و روش دیگر ائمہ علیہم السلام کے سلسلہ میں بھی ہم نے اختیار کیا ہے کیوں کہ ہماری نظر میں کسی بھی امام (ع) کی زندگی سے متعلق صحیح معرفت و آشنائی کے لئے خود اس امام (ع)کی زبان مبارک سے جاری ہونے والے بیانات یا روایتیں بہترین منبع و مدرک ہیں ۔

لیکن ہم اس سے قبل بھی یہ اشارہ کر چکے ہیں کہ ہم امام (ع) کے بیانات و صرف اس وقت صحیح طور پر سمجھ سکتے ہیں جب موقف و معیار ، راہ عمل اور تلاش و جستجو سے آشنا ہوں ورنہ ہم جو بھی تفسیر کریں گے وہ غلط ہوگی اور خود یہ آشنائی بھی ان کے کلمات کی برکت سے ہمیں حاصل ہوئی ہے تو آپ دیکھیں گے کہ ائمہ علیہم السلام کے کلمات سے کتنے صحیح نتائج اس سلسلہ میں ہم کو حاصل ہوں گے ۔

قبل اس کے کہ ہم اس بحث میں وارد ہوں ایک اہم نکتہ کی طرف بطور اختصار اشارہ کر دینا ضروری ہے اور وہ یہ کہ امام علیہ السلام چوں کہ انتہائی گھٹن کے ماحول میں زندگی بسر کر رہے تھے اور آپ (ع) کے لئے ممکن نہیں تھا کہ کھل کر صریحی طور سے اپنے موقف اور نظریات بیان کر سکیں لہٰذا آپ (ع)نے دعا اور موعظہ کو اپنے اظہار کا ذریعہ قرار دیا ہے ۔

دعا صحیفۂ سجادیہ ،سے مربوط ہے ۔ کا ہم آئندہ ذکر کریں گے البتہ موعظہ کا تعلق ان اقوال و روایات سے ہے جو حضرت (ع) سے نقل ہوتی ہیں ۔

امام علیہ السلام کے زیادہ تر ارشادات یا شاید یہ کہنا غلط نہ ہو کہ تمام کے تمام بیانات موعظہ کے لب و لہجہ میں ہیں ۔

چنانچہ اس موعظہ اور نصیحت کے ضمن میں وہ باتیں جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ، امام علیہ السلام نے بیان فرما دی ہیں ۔

جس وقت آپ ان بیانات کا نگاہ غائر سے مطالعہ کریں گے تو دیکھیں گے کہ امام علیہ السلام نے کتنا حکیمانہ اور مدبرانہ طریقہ کار منتخب کیا ہے بظاہر تو ایسا لگتا ہے کہ امام علیہ السلام لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہے ہیں لیکن اس ضمن میں جو باتیں لوگوں کے ذہن میں بیٹھانا چاہتے ہیں غیر محسوس طور پر لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں اور یہ افکار و نظریات کے ابلاغ کا بہترین طریقہ ہے ۔

یہاں ہم امام علیہ السلام کے ان کلمات کی تحقیق و تشریح کرنا چاہتے ہیں جو کتاب" تحف العقول " میں حضرت (ع) سے نقل کئے گئے ہیں ،اس میں وہ مطالب جو امام سجاد علیہ السلام سے نقل ہوئے ہیں ہمیں چند نوعیت کے حامل نظر آتے ہیں جو ان ہی مذکورہ جہات کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔

ان میں بعض بیانات وہ ہیں جن میں عام لوگوں سے خطاب ہے جیسا کہ خود بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کے سننے اور پڑھنے والے امام علیہ السلام کے خاص الخاص افراد نہیں ہیں

چنانچہ عام و وں سے خ اب کرتے وقت ہمیشہ قرآنی آیات ر کے طور پر پیش کی گئی ہیں کیوں کہ عوام الناس امام(ع) و امام کی حیثیت سے نہیں پہچانتے وہ تو ہر بات کے لیئے دلیل و ا ستدلال چاہتے ہیں ، یہی وجہ ہے کہ امام یا تو براہ راست آیات سے ا ستدلال پیش کرتے ہیں یا آیات سے رد لیتے ہیں ۔

اس روایت میں تقریبا پچاس یا اس سے بھی زائد موارد میں قرآنی آیات کا براہ راست یا ا ستعارہ کے طور پر ا ستعمال نظر آتا ہے ۔

لیکن بعد کے بیان میں جہاںجہاں مومنین سے خ اب ہے ایسا نہیں ہے کیوں کہ وہ امام کی عرفت رکھتے ہیں اور ان سے امام اپنی گفتگو کے دوران چوں کہ وہ امام کی بات قبول کرتے ہیں ،قرآن سے ا ستدلال پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیںکرتے ۔

چنانچہ اگر شروع سے آخر تک جائ ہ لیں تو قرآنی آیات بہت کم نظر آتی ہیں ۔

امام سے ایک صل روایت نقل کرتے ہوئے " صاحب تحف العقول " فرماتے ہیں: "موعظتہ لسائر اصحابہ و شیعتہ و تذکیرہ ا یاہم کل یوم جمعۃ " یعنی یہ موعظہ اس لئے تھا کہ حضرت (ع) کے شی ہ اور حضرت (ع)کے دوست ہر جم ہ کے دن اپنو کے مجمع میں یا تنہا انفرادی طور پر اسے پ ہا کریں ۔

یہاں مخاطبین کا دائرہ کافی و یع ہے اور یہ نکتہ خود اس تفصیلی روایت میں پائے جانے والے قرائن سے ا ستنباط کیا جا سکتا ہے

کیوں کہ اس روایت میں خ اب ایھا المومنین ایھا الاخوۃ یا ان کے مثل کسی اور نوان سے نہیں ہے بلکہ ایھا الناس، سے خ اب ہے جو موميت پر دلالت کرتا ہے جب کہ بعض دوسری روایتوں میں خود خ اب کا انداز مومنین سے خ اب ہونے کی نشان دہی کرتا ہے ہذا یہ اں مومی خ اب ہونا ثابت ہے ۔

اس کے علاوہ اس روایت میں موجودہ ز ام و صاف او ر صریحی انداز سے مورد مواخذہ و تاب قرار دیئے جانے کی وئی علامت نہیں پائی جاتی صرف عقائد یا وہ باتیں بیان کی گئی ہیں جن کا جاننا انسان کے لئے ضروری ہے دوسرے لفظوں میں محض اتقاد ات و عارف اسلامی کی یاد دہانی کرائی گئی ہے جیسا کہ ہم نے عرض کیا پورا خ اب موعظہ کے لب و لہجہ میں ہے کی ابتدا ان الفاظ میں ہوتی ہے: ”ایھا الناس اتقوا اللّٰہ و اعلموا انکم الیہ راجعون“ گفتگو ہی موعظہ سے شروع ہوتی ہے کہ اے و و ! تقوائے الٰہی اختیار کرو اور یا د رکھو کہ آخر خدا و منہ دکھانا ہے ۔ اس کے بعد عقائد اسلامی کی طرف و وں و متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمہارا فرض ہے کہ اسلام و صحیح طور پر سمجھنے کی وشش کرو ۔ کا طلب و مفہوم یہ ہے کہ تم اسلام و صحیح طور پر نہیں سمجھ سکے ہو ویا اس بیان کے ذیل میں و وں کے اندر اسلام کی صحیح شناخت کا جذبہ بیدار کر رہے ہیں ۔ ا ں طرح ذرا دیکھئے کہ کتنے حسین انداز میں امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"الاوان اول مایسالا نک عن ربک الذی کنت تعبده" اں موعظانہ تقریر میں ذیل میں اۤے بڑھ کر فرماتے ہیں : اس وقت سے ڈرو جب تم لوگ تن تنہا قبر کے حوالے کر دیں گے اور منکر و نکیر تمہارے پاس اۤئیں گے اور پہلی چیز جس کے بارہ میں تم سے سوال کریں گے ، تمہارے خدا سے متعلق ہوگی جس کی تم پرستش و عبادت کرتے ہو یعنی سننے والوں کے ذہن میں توحید کا مفہوم اتار کر معرفت خدا کی لہر پیدا کر رہے ہیں ۔

"و عن نبیک الذی ارسل الیک " اور تم سے اس نبی کے بارے میں سوال کریں گے جو تمہاری طرف بھیجا گیا تھا ۔ گویا مسئلہ نبوت اور حقیقت محمدی (ص)کے عرفان کا جذبہ زندہ کر رہے ہیں ۔

"و عن دینک الذی کنت تدین بہ " اور اس دین کے بارے میں پوچھیں گے جس کی تم نے پیروی کی ہے ۔

"وعن کتابک الذی کنت تتلوہ " اور تمہاری اس کتاب کے بارہ میں خبر لیں گے جس کی تم تلاوت کیا کرتے تھے ۔

اور پھر مذہب اسلام کے ان ہی بنیادی و اساسی مسائل و عقائد یعنی توحید ،نبوت ،قراۤن اور دین کے ساتھ ہی ساتھ اپنے مد نظر اصلی نکتہ کی طرف بھی لوگوں کو متوجہ کر دیتے ہیں ۔

"و عن امامک الذی کنت تتولاہ " اور اس امام کے بارہ میں بھی سوال ہوگا جس کی ولایت کا تم دم بھرتے رہے ہو ۔

یہاں امام علیہ السلام مسئ ہ امامت و واضح کر رہے ہیں در اصل اہمہ علیہم السلام کے یہاں مسئ ہ امامت مسئ ہ حکومت سے الگ نہیں ہے ائمہ کے ن دیک مسئ ہ ولایت اور مسئ ہ امام-ت م-یں -وئی فرق نہیں پایا جاتا۔

اگر چہ ممکن ہے ولی اور امام کے عنی اپ میں کچھ تفاوت رکھتے ہوں لیکن یہ دونوں مس-ئ ہ ----مسئ ہ امامت ومسئ ہ ولایت ----ائمہ کی زبان میں ایک ہیں اور ان سے ایک ہی عنی مراد ہ-یں اس جہ ہ حضرت (ع)ان امام کے بارہ میں سوال کی بات کر رہے ہیں جو دینی طور پر و وں کی ہ-رایت و اگاہی کا بھی مت فل و ذمہ دار بنایا گیا ہے اور دنیوی اعتبار سے ان کے امور زندگی کا بھی ن-راں اور ذمہ دار قرار دیا گیا ہے یعنی پیغمبر اسلام (ص) کا جانشین ۔

یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اج ہم ہ دور میں زندگی گ ار رہے ہیں ، -وگ ام-ام کا طل-ب اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں ۔

گ شتہ زمانہ میں عوام اس کا صحیح فہوم درک کرنے سے قاصر تھے ۔

اج ہم جانتے ہیں امام یعنی عاشرہ کا رہبر و قائد ۔

امام یعنی وہ ہ سے ہم دین بھی حاصل کرتے ہیں اور دنیا بھی ان کے ہاتھ میں ہے ہ کس اطاعت ہم پر دینی امور میں بھی واجب ہے ار دنیوی علات میں بھی فرض ہے ۔

خوش قسمتی سے دور حاضر میں لفظ امام نے ہمارے ذہنوں میں اپنا صحیح قام حاصل کر لیا ہے

ورنہ آپ ملاحظہ فرمائیں صدیوں سے دنیائے تشیع میں یہ مسئہ کتنی غلط فہمی کا شکار رہا ہے لوگ خیال کرنے لگے تھے کہ ایک شخص وہ ہے جو معاشرہ پر حکومت کر رہا ہے نظم زندگی سے متعلق امور اس کے ہاتھ میں ہیں بشرش و آزادی سے لے کر جنگ و صلح تک سب کچھ ان کے اختیار میں ہے وہی مالیات (ٹیکس) مقرر کرتا ہے اور وہی ہمارے اچھے اور برے کا مالک و ذمہ دار ہے اور ان کے بامقابل ایک شخص اور بھی ہے . کا کام لوگوں کا دین درست کرنا ہے پہلے کو حاکم کہتے ہیں دوسرے کو غیبت کے زمانہ میں عالم اور قبل از غیبت امام کہتے ہیں یعنی ائمہ علیہم السلام کے زمانہ میں ایک امام کی منزل ہم وہی تصور کرنے لگے تھے جو غیبت امام کے زمانے میں ایک عالم دین کی ہوتی ہے ظاہر ہے یہ تصور قطعا غلط ہے ۔

در اصل امام، پیشوا اور ہادی کو کہتے ہیں جیسا کہ ہم صادق آل محمد علیہ السلام کے حالات زندگی کے ذیل میں اشارہ کر چکے ہیں کہ . وقت امام منیٰ یا عرفات میں پہنچتے ہیں ایک مرتبہ با آواز بلند ارشاد فرماتے ہیں ۔

"یا ایھا الناس ان رسول اللّٰہ وھو الامام" یعنی پیغمبر اسلام (ص) امام تھے ، امام اس کو کہتے ہیں جو لوگوں کے دین اور دنیا کا ذمہ دار ہوتا ہے ، چنانچہ امام سجاد علیہ السلام کے دور میں بھی . وقت اسلامی معاشرہ کی حکومت و فرمانروائی عبد الملک بن مروان کے ہاتھ میں تھی ، لوگ امام کا مفہوم غلط سمجھ بیٹھے تھے ۔

عاشرہ کی امامت کا طلب ہی و وں کے مسائل حیات نیز تمام بہرش و آزادی کے ز ام کی نگرانی و تحفظ کرنا ہے اور یہ امامت کا ایک : ا ہی اہم شعبہ ہے

یہ منصب اہل سے لے کر نااہوں کے سپرد کر دیا گیا تھا ---- اور وہ نااہل خود و امام سمجھتا بھی تھا وہی نہیں بلکہ عرصہ تک عوام بھی اس و امام ہی سمجھا کرتے تھے ۔

چنانچہ وگ بر املک سے پہلے مروان بن حکم اور اس سے پہلے یزید اور اس کے پیش رووں ـو اسی طرح براملک کے بعد اس کی جگہ پر آنے والے دوسرے و وں و اپنا امام تصور کـرتے رہے ان و عاشرہ کا رہبر نیز و وں کے اجتماعی مسائل پر حاکم کے نوان سے قبول کرتے تھے ۔

اور یہ بات و وں کے ذہنوں میں بیٹھ چکی تھی۔

۰ وقت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں :قبر میں تم سے امامت کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو اس کا طلب یہ ہے کہ امام(ع) متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ فیہ ر کر ـو کـہ جـب نیرین سوال کریں ـے کہ آیا تم نے ۰ و اپنا امام منتخب کیا تھا وہ واقعی امام تھا ؟ وہ شخص جـو تم پر حکومت کر رہا تھا ، عاشرہ کی رہبری ۰ کے ہاتھ میں تـم نے دے رکھی تھـی کیـا وہ حقیقتاً امام ہونے کا مستحق تھا؟ کیا وہ وہی شخص تھا ۰ کی امامت پر خدا راضی تھا ؟ اس کا کیـا جواب دوـے ؟ یعنی اس طرح حضرت (ع) و وں و اس مسئ ر کی نزاکت کا احساس دلا کر انہـیں بیدار کر رہے تھے ویا بالل غیر محسوس طور پر مسئ ر امامت ۰ کے سـ ر مـیں بنـو امیـہ کـی پوری مشینری کسی طرح کی وئی بات سننے پر قطعی تیار نہ تھی

امام علیہ السلام اس و موعظہ میں ڈہال کر ایک موی خ اب کے ضمن میں پیش کـر کـے و ـوں کے ذہن و احساس و زندہ وبیدار کر رہے تھے ۔

ہاں امام علیہ السلام کی روش اور طریۃ کار میں ٹہراؤ پایا جاتا ہے کسی طرح کی عجلت نظر نہیں آتی ۔

آے چل کر جہاں امام (ع) نے ذرا سختی اور تیز ی سے کام لیا ہے ہم اس کا بھـی ذکـر کـریں گے ۔

مختصر یہ کہ عوام الناس سے مربوط اپنے موی خ اب میں امام علیہ السلام موعظہ کـی زبـان مـیں اسلامی عارف خہم وہ حقاً جن پر حضرت (ع)کی خاص توجہ بھی ، و وں کـے ذہنـوں مـیں زندہ کر رہے ہیں آپ (ع)کی وشش ہے کہ عوام ان چیزوں و یاد رکھیں ۔

اس قسم کے خ ابات میں دو نکتے خاص طور پر توجہ کے مستحق ہیں ۔

اولاً یہ کہ عوام الناس سے کئے جانے والے یہ خ اب تعلیمی نقطہ نظر سے نہیں پیش کـئے گـئے ہیں بلکہ ان کی نو یت تذکر و یاد دہانی کی ہے یعنی یہاں امام علیہ السلام بیٹھ کر عوام کـے سـامنے مسئہ توحید کے دریچے کھولنے یا مسئہ نبوت کی گھتیاں سلجھانے کی وشش نہیں کرتے بلکہ محض تذکر و یاددہانی مقصود ہے ۔

مثلا مسئ ِ نبوت و لے لئے ۔

ظاہر ہے امام سجاد علیہ السلام ٠ عاشرہ اور ٠ زمانہ میں زندگی بسر کررہے تھے ابھی پیغمبر اسلام (ص) و گزرے ہوئے اتنی زیادہ رت نہیں ہوگئی تھی کہ مکمل طور اعتقادات اسلامی انحراف یاتحریف کا شکار ہوچکے ہوں اس زمانہ میں بہت سے ایسے وگ موجود تھے ٠نہوں نے پیغمبر اسلام (ص) و اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ،اور ائمہ اطہار علیہم السلام میں سے ۔

امیرالمومنین علیہ السلام امام حسن علیہ السلام اورامام حسین علیہ السلام و دیکھنے والے بھی موجود تھے اور اجتماعی نظام کے اعتبار سے ابھی وہ نوبت نہیں پہنچی تھی کہ وگ مسئ ِ توحید ونبوت کے سلے میں یا مسئ ِ عاد وقرآن کے بارے میں کسی بنیادی واصولی شک وشبہ اور تحریف سے دوچار ہوں۔

ہاں یہ ضرور کہاجا سکتا ہے کہ اکثریت ان و بھلا بیٹھی تھی ۔

مادی زندگی اس بات کی موجب ہوئی کہ وگ اسلام ،اسلامی ،اعتقادات اور ان کی عظمت واہمیت کے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے تھے ۔

عاشرہ میں دنیوی ومادی طمع نے اس شدت کے ساتھ و و ں واپنا اسیر بنالیا تھا کہ اصلاً یہ فکر کہ انسانی زندگی میں معنویات وخیرات کے سِ ِ میں تقابل و موازنہ کا بھی وئی میدان موجود ہے و وں کے ذہنوں سے بالکل زائل ہوچکا تھا اور کسی و اس میدان میں آگے بڑھنے کی وئی فکر نہ تھی

اور اگر اس طرف وئی ترم بہ لتابھی تو اس میں ظاہر داری اور سیت کا مل دخل ہوتا۔ توحید کے وہ آثار و فواید جو پیغمبر اکرم (ص) کے دور میں یا اس سے متصل قریبی زمانہ میں وں پر مرتب ہوتے تھے اور اس سئلے میں وہ احساس و ادراک اور وہ ذمہ داری اب نقود ہو چکی تھی لہذا فقط تذکر و یاد دہانی کی ضرورت تھی تاکہ وں میں ادراک پیدا ہوجائے ورنہ دین میں ابھی وئی ایسی تحریف نہیں ہوئی تھی . کی تصحیح ضروری ہو اس کے برخلاف بعد کے زمانوں میں مثال کے طور پر امام جعفر صادق علیہ السلام کے دور و لے لئے یہ بات اپنی حد سے آ سے بڑھ چکی تھی اس وقت خود مسلمانوں کے درمیان بہت سے متکلمین یا دوسرے لفظوں میں بہت سے فلسفی اور منطقی پیدا ہو گئے تھے جو طرح طرح کے ناموں سے بڑی بڑی مسجدوں ۔

مسجد مدینہ ،مسجد شام ، حتی کہ خود مسجد الحرام میں آکر بیٹھ جاتے تھے اور غلط افکار و عقائد کی باقاعدہ تعلیم و تدریس فرماتے تھے ۔

وہاں ابن ابی العوجا جیسے افراد بھی موجود تھے جو زندیقیت و دہریت یعنی وجود خدا سے انکار کا درس دیا کرتے تھے اور اس پر استدلال بھی پیش کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ جب امام جعفر صادق علیہ السلام کے بیانات کا ہم جائزہ لیتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حضرت (ع)توحید و نبوت یا ان کے مثل دوسرے مسائل باقاعدہ استدلال کے ساتھ بیان فرماتے ہیں ،ظاہر ہے دشمن کے استدلال کے خلاف استدلال کی ہی ضرورت ہوتی ہے ۔

جب کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے بیانات میں یہ چیزیں نہیں ملتی ۔

حضرت (ع) اسلامی الب پیش کرتے وقت منطقی ا ستدلال عوام کے سامنے پیش نہیں کرتے بلکہ صرف تذکر و یاد دہانی کے طور پر اشار ہ کر دیتے ہیں ۔

دیکھو !قبر میں تم سے توحید و نبوت کے بارے میں سوالات کئے جائیں گے ۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا یہ صرف ذہن کو ایک ٹھوکا دینے کے لئے ہے کہ انسان ان مسائل پر سوچنے کے لئے مجبور ہو جائے اور وہ چیزیں جو غفلت و فراموشی کی نذر ہو چکی ہے ذہن دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہو جائے، خلاصہ بحث یہ کہ امام سجاد علیہ الصلوٰۃ و السلام کے دور میں کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جو اس بات پر دلالت کرے کہ لوگ حتی کہ ارباب حکومت و سلطنت بھی، اسلامی فکر و نظر سے کھل کر بغاوت و برگشتگی پر آمادہ ہوں ہاں صرف ایک موقع مجھے نظر آیا اور اس کا اظہار یزید کے اس شعر سے ہوتا ہے جواس نے غرور ومستی میں ڈوب کر اس وقت پڑھا تھا جب خانوادہ رسول اکرم (ص) کو اسیر کرکے اس کے دربار میں پیش کیا گیا ۔

وہ کہتا ہے: لعبت ہاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

(معاذ اللہ)بنی ہاشم نے حکومت و سلطنت کے لئے ایک کھیل کھیلا تھا نہ کوئی خبر آئی اور نہ کوئی وحی نازل ہوئی

یعنی اس و دین و وحی سے وئی طلب نہ تھا -- چنانچہ اس مئ ہ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ

یزید کی یہ ہرزہ سرائی ممکن ہے نشہ و مستی کے غلبہ کے بب رہی ہو -- ورنہ تی کہ بر

املک اور حجاج بن یو ف جیسوں میں بھی عقیدہ توحید یا عقیدہ نبوت سے کل کر مخالت کرنے

کی جرات نہ تھی ۔

بر املک بن مروان وہ شخص ہے جو اس کثرت سے قرآن کی تلاوت کیا کرتا تھا کہ اس و لوگ

قراء قرآن میں شمار کرتے تھے ۔

چنانچہ کہتے ہیں . وقت اس و خبر دی گئی کہ تم خلیفہ ہو گئے اور حکومت پر فائز ہوئے تو

اس نے قرآن و بو ہ دیا اور کہا:" هذا فراق بيني و بينك "یعنی اب ہماری اور تمہاری

ملاقات قیامت میں ہوگی ۔

حقیقت بھی یہی تھی پھر اس کے بعد اس نے کبھی قرآن اٹھاکر نہ دیکھا ۔

حجاج بن یو ف کیسا ظالم تھا آپ نے نا ہی ہوگا لیکن یقینا جتنا آپ نے نا ہے وہ اس کے

ظلم سے کہیں کم ہے ۔اس کے جیسا شخص بھی جب منبر سے خطبہ دیتا ہے تو و وں و

تقوائے الٰہی کی تلقین کرتا نظر آتا ہے ۔ چنانچہ امام سجاد علیہ السلام کی زندگی میں جو کچھ ملتا ہے اس

کا ماحصل عوام و اسلامی افکار و نظریات کی طرف متوجہ اور خبر دار کرنا ہے تاکہ و وں کے فکری

بہاؤ و مادیت کے بجائے خدا ، اس کے دین اور قرآن کی طرف موڑ دیا جائے

ہم فکر جماعت کی تشکیل

بہر حال ،یہ امام علیہ السلام کے بیانات کی ایک قسم تھی ۔

دوسری قسم کے بیانات وہ ہیں جن میں امام زین العابدین علیہ السلام کے مخاطب کچھ منصوص افراد ہیں اگر چہ یہ مشخص نہیں ہے کہ یہ کن و وں سے خ اب ہے لیکن یہ کھلا طے ہے کہ آپ کا خ اب ایک ایسے گروہ سے ہے جو موجودہ حکومت سے بیزار اور اس کا مخالف ہے چاہے وہ جو وگ بھی ہوں ۔اور شاید یہ کہنا بھی غلط نہ ہو کہ یہ وہی گروہ ہے جو امام علیہ السلام کی اطاعت اور حکومت اہلبیت (ع) پر یقین و اعتقاد رکھتا ہے ۔

کتاب" تحف العقول "میں خوش قسمتی سے امام علیہ السلام کے اس قسم کے بیانات کا ایک نمونہ موجود ہے (ایک نمونہ اس لئے کہ جب ہم اس طرح کی دوسری کتابوں کی چھان بین کرتے ہیں تو ان میں بھی ایسے چند نمونوں کے سوا امام زین العابدین علیہ السلام سے منقول کوئی اور چیز نہیں ملتی)پھر بھی انسان یہ محسوس کرسکتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی میں اس طرح کے بے انتہا نمونے پیش آئے ہوں گے مگر موجودہ حالات اور آپ (ع) کی حیات کے دوران پیش آنے والے طرح طرح کے حوادث گھٹن کی زندگی دشمنوں کے حملے، اذیتیں ،اصحاب ائمہ کا قتل اور شہادت یہ سب اس بات کا باعث بنے کہ وہ گراں بہا آثار باقی نہ رہ سکے

چنانچہ بہت ہی کم قدار میں چیزیں ہمارے ہاتھ لگ سکی ہیں۔

بہر حال امام علیہ السلام کا یہ بیان کچھ اس طرح شروع ہوتا ہے: "کفانا اللّٰہ و ایاکم کید الظالمین و بغی الحاسد ین و بطش الجبارین" خدا وند عالم ہم و اور تم و ظاموں کے مکر و فریب ،حاسدوں کی بغاوت و سر کشی اور جابروں کی جبر و زیادتی سے محفوظ و مامون رکھے ۔

خود خ اب کا انداز بتاتا ہے کہ امام علیہ السلام اور آپ کا مخاطب گروہ دونوں اس جہت میں شریک ہیں یعنی موجودہ حکومت و ز ام کی طرف سے وہ سب کے سب خطرہ میں ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات ایک منصوص گروہ سے تعلق رکھتی ہے اور اس جماعت و لفظ مومنین یا اہلبیت کے محبین و ، قربین سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ۔

چنانچہ اس انداز کے خ ابات " یا ایھاالموٴمنون " سے شروع ہوتے ہیں ۔

جب کہ پہلی نو یت کے بیانات میں "ایھا الناس"یا بعض موارد میں" یابن آدم "سے خ اب کیا گیا ہے اور یہاں ایھا اومنون ہے یعنی امام علیہ السلام کے خ اب میں اپنے مخاطبین کے صاحب ایمان ہونے کا اعتراف موجود ہے اور یہ وہ مومنین ہیں جو اہلبیت علیہم السلام اور ان کے افکار و نظر یات پر واقعی ایمان رکھتے تھے ۔

اس منزل میں جب امام علیہ السلام اپنے اصل طلب پہ آتے ہیں تو آپ (ع)کی گفتگو بھی اس چیز کی واضح نشان دہی کرتی ہے کہ آپ (ع)کے مخاطب مومنین ۔

یعنی اہلبیت علیہم السلام سے قربت رکھنے والے افراد ہیں ۔

"لا یفتننکم الطواغیت واتباعهم من اهل الرغبة فی الدنیا المائلون الیها ،المفتنون بها المقبلون علیها" "یہ طاغوتی افراد اور ان کے مطیع و فرمانبردار جو دنیا کے حریص ،اس کے شیدائی ،اس پر فریفتہ و قربان اور اس کی طرف دوڑ نے والے ہیں تم کو فریب میں مبتلا نہ کر دیں" یہاں۔

مومنین سے خطاب کے وقت اصل لب و لہجہ میں ان کے شر سے محفوظ رہنے اور آمادہ ہم فکری کے ساتھ کام کرنے کے لئے آمادہ کیا جا رہا ہے ۔

ظاہر ہے موجودہ طاغوتی نظام کے طرفداروں اور ائمہ کے پیرواؤں کے درمیان اندر اندر جو شدید مخالفت اور مقابلہ آرائی جاری تھی اس کی وجہ سے ائمہ علیہم السلام کے چاہنے والوں کو بڑی سخت محرومیت اور رنج و مصیبت جھیلنی پڑ رہی تھی ۔

چنانچہ امام علیہ السلام کے اس بیان میں اس نکتہ کو پیش نظر رکھتےہوئے مومنین کو اس بات سے خبردار کیا گیا ہے کہ اس دنیا کی وقتی تڑک بھڑک اور جھوٹی نمائش کے چکر میں اگر آگئے تو اس کی قیمت کے طور پر تم کو اہل طاغوت سے ہاتھ ملانا پڑے گا ۔

اور یہ انداز اور لب و لہجہ نہ صرف اس بیان میں بلکہ امام علیہ السلام سے منقول اور بھی بہت سے دوسرے مختصر اقوال و روایات میں آپ مشاہدہ فرماسکتے ہیں ۔

اگر آپ ان کو دیکھیں تو محسوس کریں گے کہ امام علیہ السلام نے لوگوں کو دنیا سے پرہیز کی دعوت دی ہے ۔

دنیا سے پرہیز سے کیا طلب ہے ؟ یعنی و وں و اس ہر سے محفوظ رکھیں جو انسان کو ناز و نعم میں غرق کر دیتی ہے اور اس کے دام میں گرفتار ہو کر انسان اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور اس کی انقلابی جد و جہد سرد پڑ جاتی ہے ۔

اور یہ دعوت مومنین سے متعلق خطابات میں ملتی ہے عوام الناس سے خطاب کے دوران یہ انداز بہت کم نظر آتا ہے ۔

عوام سے خطاب کے وقت ،جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں زیادہ تر جولب و لہجہ اپنایا گیا ہے وہ ہے کہ : و و، خدا کی طرف متوجہ رہو قبر و قیامت کا دھیان رکھو ،اپنے و کل کے لئے آمادہ کر و یا ان طرح کی دوسری باتیں۔

ان حقائق کی روشنی میں اگر کوئی سوال کرے کہ اس دوسرے قسم کے خطابات سے امام علیہ السلام کا مقصد کیا تھا ؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ایک ہم فکر جماعت تیار کرنا چاہتے ہیں امام (ع) چاہتے ہیں کہ کسی ضروری موقع کے لئے مومنین کا ایک گروہ رہے یہی وجہ ہے ان کو دولت و اعلی اقتدار کی ہوس اور جھوٹی مراعات کی پکا چوند سے محفوظ رکھیں اس دوسرے قسم کے بیان میں امام (ع) بار بار موجودہ حاکم نظام کا تذکرہ کرتے ہیں جب کہ گذشتہ قسم کے بیان میں یہ چیز اتنی وضاحت کے ساتھ نظر نہیں آتی یہاں امام سجاد علیہ السلام بڑے ہی سخت لب ولہجہ میں حکومتی مشینری و مورد ملامت قرار دیتے ہوئے اس و شیر ان کا ہم پلہ بتاتے ہیں مثال کے طور پر فرماتے ہیں ۔

"وان الا مور الواردة علیکم فی کل یوم و لیلة من مظلمات الفتن و حوادث البدع و سنن الجور و بوائق الزمان" تم وگ جن امور سے ہر شب و روز دو چار رہتے ہو) یعنی) یہ ظلمت خیز فتنے نئی نئی بد تیں ----وہ بد تیں جو ظالم ز ام کی اختراع ہیں---- ظلم و جور پر مبنی سنتیں اور زمانہ بھر کی سختیاں ۔

"و هیبة السلطان" یہ سلطنت کا خوف و ہراس ۔

"ووسوسة الشیطان " اور شیٰ انی وسوسے ۔

یہاں امام علیہ السلام ذکر سل ان کے فورا بعد وسو ، شیٰ ان کا ذکر کر تے ہیں یعنی پوری صراحت کے ساتھ حاکم وقت کا ذکر کرتے ہیں اور اس و شیٰ ان کا دست راست قرار دیتے ہیں ۔

گفتگو کے آخر میں امام (ع) ایک نہایت ہی مدہ جمہ ، ارشاد فرماتے ہیں چوں کہ یہ جمہ ہ بے ی اہمیت کا حامل ہے ہذا ہم اسے یہاں نقل کر دینا چاہتے ہیں یہ جمہ ، اں طلب کی نشان دہی کرتا ہے ۰ کی طرف ابھی ہم اشارہ کر چکے ہیں ۔

امام (ع)فرماتے ہیں: "لتثبط القوب ن نیتھا" یہ حوادث جو انسانی زندگی میں شب و روز پیش آتے ہیں ۔

خصوصا ایسے گھٹن کے ماحول میں دوں و ان کی نیت اور جہت سے موڑ دیتے ہیں ، جہاد کے شوق اور اس کے محرکات و ختم کر دیتے ہیں ۔

"وتذھلھا عن موجود الھدیٰ" موجودہ ہدایت و یعنی وہ ہدایت جو موجودہ عاشرہ مےیں پےائی جاتی ہے اس کی طرف سے ذہنوں و غافل و برشتہ کر دیتے ہیں ۔

"و عرفۃ اہل الحـ ")اور انسان سے) اہل ح کی عرفت سلب کرکے فراموشی مےیں مبتلا کـر دیتے ہیں اور اہل ح کی یاد و ان کے دوں میں باقی نہیں رہنے دیتے ۔

امام علیہ السلام کے اس پورے بیان میں وہی اسوب وانداز پایا جاتا ہے ۰ کا ہم نے شروع مےیں ذکر کیا ہے یعنی و وں و موعظہ و نصیت کے انداز میں خبر دار کر رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس طرح کے حوادث زندگی ان و ان کی مجاہدانہ روش سے غافل بنا دیےں اور انہےیں ان کے راستہ سے خرف کردیں اور دل و دماغ اس کی یاد سے خالی ہو جائے ۔

امام علیہ السلام کے ایسے متعدد بیانات ملتے ہیں جن میں سل ان و حاکم جور کا ذکر کیا گیا ہے ۔

ایک دوسرے قام پر ارشاد فرماتے ہےیں: "وایاکم و صحبۃ العاصین و معونۃ الظالمین" ایسا نہ ہوکہ تم وگ گناہ گاروں کی ہم نشینی اختیار و و اور ستم گروں کی رد کرنے لگو۔

یہاں گناہگاروں سے مراد ون وگ ہیں؟ یہ وہی وگ ہیں جو براملک کے ظامانہ زام کا ج بےن چکے ہیں ۔

امام علیہ السلام ان کی ہم نشینی سے منع کر رہے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم وگ ظاموں کـی رد کا ذریہ بن جاؤ۔

اب ان حقائ کی روشنی میں امام سجاد علیہ السلام کی تصویر پر دہ تخیل پر اتار کر دیکھئے کہ حضرت کی کیسی شخصیت آپ کے ذہن میں ابھر کر سامنے آتی ہے ایا اب بھی وہی مظلوم و بے زبان کمزور و بیمار امام جو امور زندگانی سے وئی طلب نہیں رکھتا آپ کے ذہن میں اتاہے ؟ !امام علیہ السلام اپنے کچھ مومن دو توں طرزاروں اور بھی خواہوں و ایک جہ جمع کرتے ہیں اور موجودہ حالات میں ان و ظالم کام اور درباریوں کی قریب وہم نشینی نیز اپنی قدس مہم اور جہر و جہر سے غافل و بے پرواہ ہونے سے سختی کے ساتھ منع کرتے ہیں اور ان و اجازت نہیں دےتے کہ وہ اپنی مجاہدانہ سرگرمیوں سے خرف ہو جائیں ۔

امام علیہ السلام ان کے ایمانی جذبات و تر و تازہ اور زندہ و باقی رکھنا چاہتے ہیں تاکہ ایک روز ان کا وجود اسلامی حکومت کے قیام کی راہ میں موثر ثابت ہو سکے ۔

فلسفہ امامت ،امام علیہ السلام کی نظر میں

جملہ ان تمام چیزوں کے جو امام علیہ السلام کے بیا نا ت کے اس حہ میں مجھے نہایت ہی اہم اور قابل توجہ نظر آئیں حضرت (ع)کے وہ ارشادات بھی ہیں جن میں اہل بیت علیہم السلام سے وابستہ افراد کے گزشتہ تجربات کا آپ نے ذکر فرمایا ---

بیان کے اس حصہ میں جناب امام سجاد (ع) لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

:کیا تم لوگوں کو یاد ہے) یا تم کو اس بات کی خبر ہے)کہ گذشتہ ادوار میں ظالم و جابر حکمرانوں نے تم پر کیا کیا زیادتیاں کی ہیں --- یہاں ان مصیبتوں اور زیادتیوں کی طرف اشارہ مقصود ہے جو محبان اہل بیت (ع) کو معاویہ ،یزید اور مروان وغیرہ کے ہاتھوں اٹھانی پڑی ہیں چنانچہ امام علیہ السلام کا اشارہ واقعہ کربلا ،واقعہ حرہ ،حجر بن عدی اور رشید ہجری وغیرہ کی شہادت نیز ایسے بہت سے مشہور و معروف ،اہم ترین حادثوں کی طرف ہے جن کا اہل بیت) ع) کے مطیع و پیرو افراد گذشتہ زمانوں میں ایک طویل مدت سے تجربہ کرتے چلے آرہے تھے اور وہ واقعات ان کے ذہنوں میں ابھی موجود تھے ۔

امام علیہ السلام چاہتے ہیں کہ گذشتہ تجربات اور تلخ ترین یادوں کو تازہ کرکے لوگوں کے مجاہدانہ عزم و ارادہ میں مزید پختگی پیدا کریں ۔

مندرجہ ذیل عبارت پر ذرا توجہ فرمائیے: "فقد لعمری استدبرتم من الا مور الماضية فی الايام الخالية من فتن المتراكمة والانهماک فيهماتستد لون به علی تجنب الغوة و میری جان کی قسم ،وہ گذشتہ واقعات جو تمہاری آنکھوں کے سامنے گزر چکے ہیں ---فتنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ جس میں ایک دنیا غرق نظر آتی تھی تم لوگوں کو ان حوادث و تجربات سے فائدہ اٹھانا چاہئے --- اور ان کو اپنے لئے درس و استدلال بناتے ہوئے زمین پر فساد برپا کرنے والے گمراہ اور بد عتی افراد سے دوری و اجتناب کر لینا چاہئے۔

یعنی تمہیں اس بات کا بخوبی تجربہ حاصل ہے کہ اہل بغی و فساد ۔

یعنی یہی کام جور ،جب ت ط حاصل کر لیں ے تو تمہارے ساتھ ک طرح پیش آئیں ے ۔

گ شتہ تجربات کی روشنی میں تم جانتے ہو کہ تمہیں ان و وں سے دور رہنا چاہئے ،اور ان کے

مقابہ ، میں ف آرائی کرنی چاہئے ۔

امام علیہ السلام نے اپنے بیان میں مسئ ، امامت و ب ی صراحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے ،مسئ ،

امامت یعنی یہی خلافت و ولایت ،م لمانوں پر حکومت کرنے اور ن ام اسلامی کے نا ز کرنے کا

مسئ ، ہے ،یہاں امام سجاد علیہ السلام مسئ ، امامت کتنے واضح انداز سے بیان کرتے ہیں جب کہ اس

وقت کے حالات ایسے تھے کہ اس قسم کے مسائل اس صراحت کے ساتھ عوام میں پیش نہیں

کئے جا سکتے تھے امام (ع) فرماتے ہیں : "فقد موا امرالہ ، وطا تہ وطا تہ من اوجب الہ ، طا تہ"

فرمان الہی اور اطاعت رب و قدم سمجھو اور اس کی اطاعت و پیروی اختیار کرو ، کی اطاعت و

پیروی خدانے واجب قرار دی ہے ۔

امام علیہ السلام نے اس منزل میں امامت کی بنیاد اور ف ، و شیعی نقطہ نظر سے پیش کیا ہے

خدا کے بعد وہ ون سے وگ ہیں جن کی اطاعت کی جانی چاہئے ؟ وہ جن کی اطاعت خدا نے

واجب قرار دی ہے اگر وگ اس وقت اس مسئ ، پر غور فکر سے کام لیتے تو ب ی آسانی سے یہ نتیجہ

نکال سکتے تھے کہ براملک کی اطاعت واجب نہیں ہے

کیوں کہ خدا کی طرف سے بر املک کی اطاعت واجب کئے جانے کا وئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ، بر املک کا اپنے تمام ظلم و جور اور بغی وفساد کی وجہ سے لائ اطاعت نہ ہونا ظاہر ہے ۔

یہاں پہلے تو امام علیہ السلام مسئ امامت بیان فرماتے ہیں اس کے بعد صرف ایک شبہ جو مخاطب کے ذہن میں باقی رہ جاتا ہے اس کا بھی ازا فرماتے ہوئے کہتے ہیں: "ولا تقدموا الا مور الواردة عليكم من طاعة الطواغيت و فتنة زهرة الدنيا بين يدى امرالله و طاعته و طاعة اولى الامر منكم" اور جو کچھ تم پر طاغوتوں----- بر املک وغیرہ ------ کی طرف سے عائد کیا جاتا ہے اس و خدا کی اطاعت کے زمرہ میں رکھتے ہوئے خدا کی اطاعت اس کے رسول کی اطاعت اور اولی الامر کی اطاعت پر قدم قرار نہ دو ۔

اصل میں امام علیہ السلام نے اپنے بیان کے اس ٹکڑے میں بھی مسئ امامت بی صراحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے ۔

حضرت (ع) نے گزشتہ بیان میں بھی اور اس بیان میں بھی دو بنیادی اور اساسی مسائل پر توجہ دلائی ہے چنانچہ دونوں بیانات میں زورہ تین مراحل تبلیغ میں سے دو مرحلے یعنی وں کے اسلامی افکار و عقائد کی یاد دہانی تاکہ وگ عقائد اسلامی کا پاس و لحاظ کریں اور ان دینداری کا شوق پیدا ہو سکے اور اس کے بعد دوسرا مسئ " ولایت امر" یعنی زام اسلامی میں حکومت و قیادت کا استقاق واضح کرنا ہے ۔ امام علیہ السلام اس وقت وں میں ان دونوں مسائل و بیان کرتے ہیں اور درحقیقت اپنے ر نظر زام عوی یعنی اسلامی و اہی زام کی تبلیغ کرتے ہیں ۔

تنظیم کی ضرورت

امام علیہ السلام کے یہاں ایک تیسری نوعیت کے حامل بیانات بھی ملتے ہیں جو ان دونوں سے بھی زیادہ توجہ کے مستحق ہیں ان بیانات میں حضرت (ع) کھلے طور پر شیعوں کو ایک اسلامی تنظیم کی تشکیل کی طرف متوجہ کرتے ہیں البتہ یہ بات ان ہی شیعوں کے درمیان ہوئی ہے جنہیں امام (ع) کا اعتماد حاصل رہا ہے ورنہ اگر عام شیعوں کو اس قسم کی کسی جماعت کی تشکیل کی دعوت دی گئی ہوتی تو اس کا پردہ راز میں رہنا مشکل ہو جاتا اور حضرت (ع)کے لئے بڑی زحمت اور پریشانی کا سبب بن جاتا ۔

خوش قسمتی سے " تحف العقول " میں اس نوعیت کے بیانات کا بھی ایک نمونہ موجود ہے جسے ہم یہاں نقل کر رہے ہیں ۔

امام (ع) کا بیان یوں شروع ہوتا ہے ۔

"ان علامة الزاهدین فی الدنیا الراغبین فی الاخرة ترکهم کل خلیط و خلیل و رفضهم کل صاحب لایرید ما یریدون" دنیا کے وہ زاہدین جو دنیا کے پیچھے نہیں بھاگتے اور اپنی دلچسپی آخرت پر مرکوز رکھتے ہیں ان کی پہچان اور علامت یہ ہے کہ ان کے جو دوست اور ساتھی ہم فکر و ہم عقیدہ بلکہ ہم دل اور ہم مشرب نہیں ہوتے ان کو ترک کردیتے ہیں ۔

کیا یہ واضح طور ایک شیعی تنظیم کے تشکیل کی دعوت نہیں ہے ؟! اس بیان سے و ـوں ویہ وم ہوجاتا ہے کہ وہ وگ جو ان کے البات و خیالات سے اتفاق نہیں رکھتے اور جن کے احساس و جذبات بال منیف ہیں جو حکومت یعنی عوی زام نہیں چاہتے وہ ان سے کنارہ کش ہو کر ان کے لئے اجنبی اور بیگانہ بن جائیں ۔

اس کا یہ طلب نہیں کہ ان کے یہاں ار و رفت اور تلقات ختم کر لیں یہ تلقات ویسے ہی ہوں جیسے پہلے تھے یعنی ان سے ملیں لیکن احتیاط کے ساتھ ۔

امام فرماتے ہیں وہ وگ جو تمہاری فکر و عزائم سے متفق نہ ہوں یا ہدف و سر سے ہم آہنگی نہ رکھتے ہوں ان کے ساتھ تمہارے علاقات اور آمد و رفت کسی اجنبی اور بیگانے کے مانند ہونی چاہئے ان سے دو تانہ تلقات ختم کر دینے چاہئے ۔

میں سمجھتا ہوں اس طرح کے مزید بیانات خود امام سجاد علیہ السلام کے یہاں نیز دیر ائمہ علیہم السلام کے یہاں بھی مل جائیں ے بلکہ دیر ائمہ علیہم السلام کے ارشادات میں یہ چیزیں زیادہ مل جائے گی جہاں تک خود میری نظر ہے اس طرح کے بیانات امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام محمد باقر علیہ السلام نیزان کے بعد کے کم از کم تین چار ائمہ کے یہاں مجھے لے ہیں حتی کہ امیر اںمومنین علیہ السلام کے فرمودات میں بھی منظم و مرتب اسلامی جماعت کی تشکیل کی طرف اشارے موجود ہیں ،البتہ یہاں اس تفصیل طلب موضوع پر زیادہ بحث کی گنجائش نہیں ہے ۔

امام زین العابدین علیہ السلام کے کچھ بیانات و ارشادات ایسے بھی ہیں جن میں پیش کیے جانے والے مطالب کلی نوعیت کے حامل ہیں ان میں ان منصوص پہلوؤں و مورد بحث نہیں قرار دیا گیا ہے جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ۔

مثال کے طور پر امام سجاد (ع) کا ایک رسالہ ،حقوق سے متعلق ہے جو در اصل آپ کا ایک نہایت ہی مفصل خط ہے اور ہماری اصطلاح میں اس و ایک مستقل رسالہ کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے ،جی ہاں !یہ کتاب جو رسالہ حقوق کے نام سے مشہور ہے حضرت (ع)کا ایک خط ہے جو آپ نے اپنے کسی مخاطب و لکھا ہے اور اس میں ایک دوسرے کے تئیں انسانی حقوق و ذمہ داری کا ذکر فرمایا ہے ،یقینا یہ ایک رسالہ سے کم نہیں ہے ۔

امام علیہ السلام نے اس خط میں مختلف جہتوں سے و وں کے ایک دوسرے پر کیا حقوق ہیں ان کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے ۔

مثلا خدا کے حقوق ،اعضاؤجوارح کے حقوق ،کان کے حقوق ،آنکھ کے حقوق ،زبان کے حقوق ،ہاتھ کے حقوق وغیرہ اسی طرح اسلامی معاشرہ پر حاکم فرمانروا کے عوام پر کیا حقوق ہیں ،عوام کے حاکم پر کیاحقوق ہیں ،دوستوں کے حقوق ،پڑوسیوں کے حقوق ،اہل خاندان کے حقوق ------ اور ان تمام حقوق کااس عنوان سے ذکر کیا گیا ہے ۔ کا ایک اسلامی نظام میں زندگی بسر کرنے والے شخص و پاس لحاظ رکھنا ضروری ہے

ویا امام علیہ السلام نے بڑے ہی نرم انداز میں حکومت سے مقابلہ آرائی یا آئندہ نظام کا حوالہ دئیے بغیر مستقبل میں قائم کئے جانے والے نظام کی بنیادوں و بیان کردیا ہے

کہ اگر ایک روز خود امام سجاد (ع)کے زمانہ حیات میں (جس کا اگر چہ احتمال نہیں پایا جاتا تھا) یا آپ کے بعد آنے والے زمانہ میں اسلامی نظام حکومت قائم ہو جائے تو مسلمانوں کے ذہن ایک دوسرے کے تئیں عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے پہلے سے مانوس رہیں ۔

دوسرے لفظوں میں لوگوں و آئندہ متوقع اسلامی حکومت کے اسلام سے آشنا بنادینا چاہتے ہیں ۔

یہ بھی امام علیہ السلام کے بیانات کی ایک قسم ہے جو بہت ہی زیادہ قابل توجہ ہے ۔

ایک قسم وہ بھی ہے جس کا آپ صحیفہ سجادیہ میں مشاہدہ فرماتے ہیں ظاہر ہے صحیفہ سجادیہ سے متعلق کسی بحث کے لئے بڑی تفصیل و تشریح کی ضرورت ہے ۔

مناسب یہی ہے کہ کوئی اس کتاب پر باقاعدہ کام کرے ۔

صحیفہ سجادیہ دعاؤں کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں ان تمام موضوعات و مورد بحث قرار دیا گیا ہے جن کی طرف بیدار و ہوشیار زندگی میں انسان متوجہ ہوتا ہے ۔

ان دعاؤں میں زیادہ تر انسان کے قلبی روابط اور معنوی ارتباطات پر تکیہ کیا گیا ہے اس میں بے شمار مناجاتیں اور دعائیں مختلف انداز سے معنوی ارتقاء کی خواہش و آرزو سے مملو ہیں ۔

امام علیہ السلام نے ان دعاؤں کے ضمن میں دعاؤں کی ہی زبان سے لوگوں کے ذہنوں میں اسلامی زندگی کا ذوق و شعور بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔

دعا کے ذریعہ جو فائدہ اٹھائے جا سکتے ہیں ان میں ایک وہ بھی ہے جسے میں بارہا ذکر کر چکا ہوں کہ دعا وں کے قلوب میں ایک صحیح و سالم محرک و رجحان پیدا کردیتی ہے ۔ وقت آپ کہتے ہیں: "اللھم اجعل عواقب امورنا خیرا" "خدایا ہمارا انجام بخیر فرما" ظاہر ہے آپ کے دل میں اس وقت انجام کار کی یاد تازہ ہوجاتی ہے اور آپ عاقبت کی فکر میں لگ جاتے ہیں بعض وقت انسان اپنی عاقبت سے غافل رہ جاتا ہے اپنے حال میں مست زندگی گزارتا رہتا ہے اور اس بات کی فکر نہیں کرتا کہ عاقبت کا تصور انسانی سرنوشت کے تعین میں بہت ہی اہم کردار ادا کرتا ہے ،جب دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے یک بیک ذہن اس طرف متوجہ ہوا اور انجام کار پر نظر رکھنے کا جذبہ بیدار ہوگیا ۔اور پھر آپ اس فکر میں پڑ گئے کہ ایسے امور انجام دیں جو آپ (ع) کی عاقبت بہتر بنا سکیں ویسے اس و کس طرح بہتر بنایا جاسکتا ہے یہ ایک دوسری بحث ہے ۔

میں تو اس مثال کے ذریعہ صرف اس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا تھا کہ دعا کس طرح انسان کے اندر ایک صحیح اور سچا جذبہ بیدار کر دیتی ہے ۔

صحیفہ سجادیہ(ع) ایک ایسی کتاب ہے جو شروع سے آخر تک دعاؤں کے جامہ میںایسے ہی اعلیٰ جذبات و افکار سے معمور ہے جن پر انسان اگر غور کرے تو صرف یہی صحیفہ سجادیہ ایک معاشرہ کی اصلاح اور بیداری کے لئے کافی ہے ۔

فی الحال اس بحث کو ہم یہیں ختم کرتے ہیں البتہ اس کے علاوہ بھی ایسی بہت چھوٹی چھوٹی روایتیں ہیں جو امام زین العابدین علیہ السلام سے نقل ہوئی ہیں

. کا ایک نمونہ ہم گ شتہ ب ث کے ذیل میں پیش کر چکے ہیں امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اولا حریدع هذه اللماظة لاهلها" "لما ظلة " یعنی کتے کا بچا ہوا کھانا ملاحظہ فرمایئے

امام علیہ السلام کا یہ بیان کتنا اہم ہے ۔

آیا ایک حریت پسند ایسا نہیں ہے جو کتے کی بچی ہوئی غذا اس کے اہل کے لئے چھوڑدے ! کتے کی بچی ہوئی غذا کا کیا طلب ہے ؟ یہی دنیوی آرائش ،اونچے اونچے محل ،شان و شوکت اور تـ ک بہ ک ۔

وہ چیزیں جن کی طرف تمام کمزور دل افراد براملک کے دور میں کھنچے چلے جارہے تھے ۔ انہیں چیزوں امام علیہ السلام نے لفظ ماظہ سے تعبیر کیا ہے ۔

وہ تمام وگ جو بر املک کی غلامی یا اس کے غلاموں کی غلامی میں مشغول تھے یا جو کچھ بھی ان و وں کے ہاتھوں ہو رہا تھا اس سے راضی تھے ،ان سب کا ر یہی کتے کی بچی ہوئی غذا کا حاصل کرنا تھا امام علیہ السلام ان لئے فرماتے ہیں کہ کتے کی بچی ہوئی غذا کے پیچھے نہ بھاگتے پھرو تاکہ مومنین کرام براملک کے پھیلائے ہوئے جال میں پھنس کر اس کی طرف جذب نہ ہونے پائیں ۔ اس طرح کے نہایت ہی قابل توجہ انقلابی بیانات امام علیہ السلام کے ارشادات میں بہت ملتے ہیں جن کا ہم آگے چل کر انشاء اللہ ذکر کریں گے ۔

ان فہرت میں حضرت علیہ السلام کے اشعار بھی شامل ہیں حضرت امام سجاد علیہ السلام نے اشعار بھی کہے ہیں اور ان اشعار کے مضامین بھی ان قسم کے ہیں انشاء اللہ ہم آگے اس سلسلے میں روشنی ڈالیں گے ۔

درباری علماء پر امام سجاد علیہ السلام کی سخت تنقید

امام زین العابدین علیہ السلام کے حالات اور طرز زندگی سے متعلق مسائل کی تشریح کرتے ہوئے ہم اپنی بحث کے اس موڑ پر آپہنچے ہیں جہاں زمین ایک ایسی عظیم اسلامی تحریک آمیز کرنے کے لئے ہموار ہوچکی ہے ۔

کا حکومت علوی اور حکومت اسلامی پر منتھی ہونا ممکن نظر آنے لگا ہے اس صورت حال و بطور مختصر ہم یوں بیان کر سکتے ہیں کہ امام علیہ السلام کے طریقہ و روش میں کچھ وں کے لیئے (عارف اسلامی کا (بیان و وضاحت کچھ وں کے لئے خود و منظم و مرتب کرنے کی تلقین اور کچھ افراد وہ بھی تھے جن کے لئے مل کی راہیں عین و مشخص ہو جاتی تھیں یعنی اب تک کے عروضات کی روشنی میں امام سجاد علیہ السلام کی تصویر کاجو خاکہ ابھر کر سامنے آتا ہے اس کے تحت حضرت (ع) اپنے تیئیس پینتیس سال اس وشش میں صرف کردیتے ہیں کہ عالم اسلام کے شدت کے ساتھ برشتہ ماحول و ایک ایسی سمت کی طرف لے جائیں کہ خود آپ (ع)کے لئے یا آپ (ع)کے جانشینوں کے لئے اس بنیادی ترین جد و جہد اور فعالیت کے لئے موقع فراہم ہو سکے ۔ کے تحت ایک اسلامی عاشرہ اور الٰہی حکومت قائم ہو سکے ۔

چنانچہ اگر امام سجاد علیہ السلام کی 25 سا ، سعی و وشش ،ائمہ علیہم السلام کی زندگی سے جد اکر لی جائے تو ہر گ وہ صورت حال تصور نہیں کی جاسکتی ۔ کے نتیجہ میں امام صادق علیہ السلام و اولا حکومت بنی امیہ اور پھر حکومت بنی باس کے خلاف اتنی کھلی ہوئی واضح پالیسی اپنانے کا موقع ہاتھ ایا ۔

ایک اسلامی عاشرہ وجود میں لانے کے لئے فکری و ذہنی طور پر زمین ہموار کرنا تمام چیزوں سے زیادہ لازم و ضروری ہے ۔

اور یہ ذہنی و فکری ارگی ،اس وقت کے ماحول اور حالات میں ۔ سے عالم اسلام دو چار تھا ،وہ کام تھا جو یقینا ایک طویل رت کا طالب ہے اور یہی وہ کام ہے جو امام زین العابدین علیہ السلام نے تمام تر زحمت اور صعوبت و یبت کے باوجود اپنے ذمہ لیا تھا ۔

اس عظیم ذمہ داری کے دوش بدوش امام سجاد علیہ السلام کی زندگی میں ایک اور تلاش و جستجو جلوہ گر نظر اتی ہے جو در اصل سا . کی تیار کردہ زمین و مزید ہموار کرنے کی طرف امام (ع) کے ایک اور آرام کی ظہر ہے اس طرح کی وششوں کا ایک ؛ا ح ، یا ن نو یت کا حامل ہے اور بعض اوقات بے حد سنت شل اختیار کر لیتا ہے ۔

اس کا ایک نمونہ امام علیہ السلام کا حکومت و قت سے وابستہ اور ان کے کار گ ار محدثوں پر کی تنقید ہے ۔

موجو دہ بحث میں ا ن نکتہ پر روشنی ڈالنا تصود ہے ۔

ائمہ علیہم السلام کی زندگی سے متعلق وو انیز ترین بحثوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسلامی معاشرہ کی فکر و ثقافت و رنگ عطا کرنے والے افراد یعنی علماء (1) و شعراء کے ساتھ ان بزرگواروں کا برتاؤ کیسا رہا ہے ؟ اصل میں عوام کی فکری و ذہنی تربیت و رہبری ان ہی لوگوں کے ہاتھ میں تھی ،خلفاء بنی امیہ و بنی عباس معاشرہ و رخ پر لے جانا پسند کرتے تھے یہ لوگ عوام و اس راہ پر لگا دیتے تھے ویا خلفاء کی اطاعت اور تسلیم کا ماحول پیدا کرنا ان ہی حضرات کا کام تھا چنانچہ ایسے افراد کے ساتھ کیا روش اور طرز اپنایا جائے دیگر ائمہ علیہم السلام کی طرح امام سجادعلیہ السلام کی زندگی کا بھی ایک بڑا ہی اہم اور قابل توجہ پہلو ہے۔

حدیث گڑھنا ظالموں کی ایک ضرورت

جیسا کہ ہم جانتے ہیں خلفائے ظلم و جور کے سامنے ،اسلام کا عقیدہ رکھنے والوں پر اپنی حکومت قائم رکھنے کے لئے اس کے علاوہ وئی دوسرا چارا ہی نہیں تھا کہ وہ جو کچھ بھی انجام دینا چاہتے ہیں

----

(1)-یہاں علماء سے مراد اس زمانہ کے علمائے دین ہیں جن میں محدثین ، فسرین (قراء ، قاضی صاحبان اور زاہد منش سب ہی شامل تھے ۔

اس کی طرف و وں کے قلبی ایمان و جذب کریں کیوں کہ اس وقت زمانہ صدر اسلام گ رے ابھی زیادہ دن نہیں ہوئے تھے و وں کے دوں میں اسلام کا عقیدہ و ایمان باقی تھا اگر و وں و یقین پیدا ہو جاتا کہ یہ جو ظالم کی انہوں نے بیعت کی ہے درست نہیں ہے

یا یہ خلیفہ رسول اللہ (ص) کی خلافت کے لائق نہیں ہے یقینا اپنے آپ و ان کے حوالے نہ کرتے۔

اور اگر یہ بات ہم سب کے لئے قبول نہ کریں تو بھی اسلامی عاشرے میں یقینا ایسے افراد کثرت سے پائے جاتے تھے جو پورے ایمان قلبی کے ساتھ خلفاء کے دربار کی غیر اسلامی صورت حال و تحمل کر رہے تھے یعنی ان کا خیال تھا کہ یہی اسلامی شان ہے ۔

یہی وجہ تھی کہ خلفائے جور نے اپنے دور کے زیادہ سے زیادہ دینی علماء اور محدثین کے خدمات سے استفادہ کیا اور ان و وں و جو کچھ وہ چاہتے تھے اس کے لئے آمادہ کیا اور پھر ان سے کہا کہ ان کی مرضی کے ا خود پیغمبر اسلام (ص (اور ان کے بزرگ اصحاب سے جعلی حدیثیں روایت کریں ۔

حدیث گڑھنے کے کچھ نمونے

اس سـ ، میں مثالیں موجود ہیں جو انسان و رزا دیتی ہیں ،نمونہ کے طور پر ہم یہ حدیث نقـل کرتے ہیں :- عاویہ کے زمانہ میں ایک شخص کی کعب الاحبار [2] سے ـڑ یہ ہـو گئی ، کعـب الاحبار چوں کہ عاویہ نیز دیـر شاہی امراء کے ساتھ اپنے تـلقات رکھتا تھا ،اس لئے اس شخص سے سوال کیا ۔

کہاں سے تـ ر رکھتے ہو؟ اہل شام سے ہوں ۔

شاید تم ان لشکریوں میں سے ہو جن کے ستر ہزار افراد بغیر حساب کتاب کے وارد ـ ثت ہوں ـے !۔ وہ ون وگ ہیں ؟ وہ سب اہل دمشـ ہیں ۔

نہیں میں اہل دمشـ نہیں ہوں ۔

پ شاید تو ان لشکریوں میں سے ہے کہ خدا جن کی طرف ہر روز دو بار نگاہ (لطف) کرتـا ہے !!۔ وہ ون وگ ہیں ؟ اہل فـ ین ۔

----

(2)-کعب الاحبار ایک یہودی تھا جو دوسرے دور خلافت میں ـ لمان ہو گیا ،اس کی (بیان کردہ حدیثوں کے بـارے مـیں بہت زیادہ شک و شبہ پایا جاتا ہے نہ صرف شیعوں کے درمیان بلکہ بہت سے اہل ـنت حضرات بھی اس کی حدیثوں کے بارہ میں یہی گمان رکھتے ہیں البتہ بعض اہل ـنت نے اس و قبول بھی کیا ہے

اگر وہ آدمی کہہ دیتا میں اہل فـ ین سے نہیں ہوں ،تو شاید کعب الاحبار ایک ایک کرکے بُ لبـک طرابُ اور شام کے بقیہ تمام شہروں کے ساکنین کے لئے حدیثیں نقل کرتا رہتا اور ثابت کر دیتـا کہ یہ سب نہایت ہی صاح و شائستھ افراد ہیں ! سب کے سب اہل بَ شت ہیں !!کعـب الاحبـار یہ حدیثیں یا تو شامی امراء کی خوشار اور چاپلو ں میں گر ہا کرتا تھا تاکہ وہ ان سے زیـادہ سے زیـادہ انعام و رد حاصل کرکے ان کا مُ وب و قرب بن سکے یا یہ کہ اس کے اس مل کی جـ یں اس کی اسلام دشمنی میں تلاش کرنی پ یں گی ٠ کا تـ ر احادیث اسلامی خط مط کرکے اقـوال پیغمبـر اسلام (ص) و مشتبہ اور ناقابل شناخت بنانا رہا ہوگا۔

تذکرہ اور رجال و حدیث کی کتابوں میں اس قسم کے بہت سے واقعات موجود ہیں ۔

ان ہی میں سے ایک اس امیر کی دا تان ہے جو اپنے فرزند و ایک مکتب میں داخل کرتـا ہے اور وہاںمہتـم متـب اس کی پٹائی کر دیتا ہے ، کا روتا دھوتا گھر پہنچ کر جب باپ و اپنی پٹائی کـی خبـر دیتا ہے تو باپ غـ ہ میں بپھرا ہو ا کہتا ہے : ابھی جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس مہـتـم مکتـب کے خلاف ایک حدیث و نع کرو تاکہ مکتب کا مہتـم دوبارہ اس قسم کی غلـ ی کرنے کی جـرات نـہ کرے !! اس واقـ ہ سے پتھ چلتا ہے کہ ان کے لئے حدیث گـ ہ لینا اس تـدر آسان ہو چکا تھا کہ بچوں کی آنکھوں سے ڈھلنے والے آنسوؤں کے قطرے ،خود مہتـم مکتب یا اس کے و ن و شہر کـے خلاف ایک حدیث ڈہالنے کے لئے کانی ہوتے تھے ،بہر صورت یہی حالات اس بات کا بب بنـے کہ دنیا ئے اسلام میں ہی اسلام سے بر شتہ ایک خود ساختہ مخـوط و مُجـول ذہنیـت اور تـ ـزیب و ثقافت پھلنے پھولنے لگی

،اور اس غلط ذہنیت کو جنم دینے والے وہی علماء اور محدثین تھے جو اپنے زمانہ کے صاحبان اقتدار و منصب کے ہاتھوں بکے ہوئے تھے چنانچہ ،ایسے سخت ترین حالات میں اس گروہ سے ٹکر لینا بہت ہی اہم اور فیصلہ کن ہے ۔

محمد زہری کی چند جعلی حدیثیں

اب ہم اس کاایک نمونہ امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی سے نقل کرتے ہیں یہ نمونہ محمد بن شہاب زہری [1] کے ساتھ حضرت (ع) کے طرز عمل کی عکاسی کرتا ہے ۔

محمد بن شہاب زہری شروع میں امام سجاد علیہ السلام کے شاگردوں اور ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں میں نظر آتا ہے یعنی یہ وہ شخص ہے جس نے حضرت (ع)سے علوم حاصل کئے ہیں اور حضرت (ع)سے حدیثیں بھی نقل کی ہیں پھر بھی رفتہ رفتہ ---اپنے اندر پائے جانے والی جسارت کے باعث ----یہ شخص دربار خلافت سے قریب ہو تا گیا اور پھر ان درباری علماء محدثین کے زمرہ میں شامل ہو گیا جو ائمہ علیہم السلام کے بامقابل کھڑے کئے گئے تھے ۔ محمد بن شہاب زہری کی افتاد طبع سے مزید آشنائی پیدا کرنے کے لئے پہلے ہم اس کے بارہ میں چند حدیثیں نقل کرتے ہیں ۔

----

(1)- بعض نے اس کا نام محمد بن مسلم زہری بھی نقل کیا ہے یعنی اس کے باپ کا (نام کبھی شہاب اور کبھی مسلم ملتا ہے شاید ایک اس کے باپ کا نام اور ایک اس کے باپ کا لقب رہا ہوگا۔

ان میں ایک حدیث وہ ہے ۔ میں وہ خود کہتا ہے " کنا نکرہ کتابُ العلم "حتی اکرھنا علیه ھؤ لاء الا مراء فراینا ان لا یمنعه احد من المسلمین [2] شروع میں علمی قلم نگاری سے کام لینا ہمیں اچھا نہ لگتا تھا یہاں تک کہ امراء و حکام نے ہم و اس بات پر امادہ کیا کہ ہم جو کچھ جانتے ہیں قلم بند کردیں تاکہ کتاب کی صورت میں اجائے اس کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ کسی بھی مسلمان و اس کام سے منع نہ کریں اور ہمیشہ علم و دانش سپر و قلم ہوتے رہیں ۔ اس گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تک محدثینکے اس گروہ کے درمیان یہ دستور رواج نہیںپایا تھا کہ جو حدیثوں و جانتے ہیں لکھ بھی ڈالیں ۔

اسی طرح محمد بن شہاب زہری کا امراء کی خدمت میں ہونا اور ان کا اس و اپنے علم و خواہش کے تحت حدیث قلمبند کرنے پر ابھارنا بھی اسی عبارت سے ثابت ہے ۔

ایک " معمر " نامی شخص کہتاہے :ہمارا خیال تھا کہ ہم نے زہری سے بہت زیادہ حدیثیں نقل کی ہیں یہاں تک کہ ولید مارا گیا ،ولید کے قتل ہوجانے کے بعد ہم نے دیکھا کہ دفتروں کا ایک انبار ہے جو چوپایوں پر لاد کر ولید کے خزانے سے باہر کیا جا رہا ہے اور لوگ کہہ رہے ہیں کہ : یہ سب زہری کا علم ہے ۔[3] یعنی زہری نے ولید کی خواہش اورخوشار میں اتنے دفاتر وکتب ،حدیثوں سے پر کر دیئے تھے کہ جب ولید کے خزانے سے ان و نکالنے کی نوبت ائی تو چوپایوں پر بار کرنے کی احتیاج محسوس ہوئی ۔

----

(2)-طبقات ابن سعد ،ج/ 2ص/ 36 ۔ 135

(3)- فاذا ارفاتر حملت علی الدواب من خزائنه و یقال ہذا من علم الزہری

یہ دفاتر و کتب جو ولید کے حکم سے ایک شخص کے ذریۂ حدیثوں سے پر ہوئے ظاہر ہے ان میں کس طرح کی حدیثیں ہو سکتی ہیں ؟ بلا شبہ ان میں ایک حدیث بھی ولید کی زمت اور اسے متتبہ کرنے والی نہیں مل سکتی بلکہ اس کے بر خلاف یہ وہ حدیثیں ہیں جن کے ذریۂ ولید اور ولید جیسوں کے کرتوتوں پر مہر تائید ثبت کی گئی ہے ۔

ایک دوسری حدیث زہری کے بارہ میں ہے جو بلا شبہ اس دور سے مربوط ہے جب زہری دربار خلافت سے وابستگی اختیار کر چکا تھا یعقوبی اپنی تاریخ میں لکھتا ہے: ۔

"ان الزهری نسب الیٰ رسول اللّٰه (ص) انه قال : لا تشدالرجال الا الیٰ ثلاثة مساجد : المسجد الحرام و مسجد المدینة و المسجد الاقصیٰ و ان الصخرة التی وضع "رسول اللّٰه قدمه علیها تقوم مقام الکعبة [4] یعنی زہری نے رسول خدا (ص) کی طرف نسبت دی ہے کہ پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا ہے : صاحبان ایمان و تقدس سفر نہیں اختیار کرتے مگر یہ کہ تین مساجد ---- مسجد حرام ،مسجد مدینہ اور مسجد اقصیٰ ---- کی طرف اور وہ پتھر جس پر مسجد اقصیٰ میں ،رسول خدا (ص)اپنا قدم (مبارک) رکھا تھا اس) پتھر) و کعبہ کی منزل حاصل ہے!! حدیث کا یہی آخری ٹکڑا میری توجہ کا مرکز ہے جس میں مسجد اقصیٰ کے ایک پتھر و کعبہ کا قائم مقام ا کرتے ہوئے اس کے لئے ان شرف و اہمیت کا ذکر کیا گیا ہے جو کعبہ و حاصل ہے ۔

----

(4)۔ تاریخ یعقوبی ج/ 2ص/ 8 ،نقل از کتاب " دراسات من الصحیح و الکافی "

یہ حدیث اس زمانے کی ہے جب براللہ بن زبیر کعبہ پر م ط تھے اور جب کبھی و وں کے دل میں ج (یا رہ) کے لئے جانے کی خواہش ہوتی وہ مجبور تھے کہ مکہ میں ---- ایک علاقہ جو براللہ ابن زبیر کے زیر نفوذ ہے ---- کچھ روز بسر کریں اور یہ بر اللہ ابن زبیر کے لئے اپنے دشمنوں کے خلاف جن میں بر املک ابن مروان کا نام سر فہرست اتا ہے ،پروپیگنڈہ کا سنہرہ موقع ہوتا تھا چوں کہ بر املک کی وشش تھی کہ عوام ان پر وپیگنڈوں سے متاثر نہ ہونے پائیں ہذا وہ ان کا مکہ جانا پسند نہ کرتا تھا چنانچہ اس نے اس کی بہترین اور آسان ترین راہ یہ دیکھی کہ ایک حدیث گڑھی جائے کے تحت مسجد اقصیٰ و شرف و منزلت میں مکہ اور مدینہ کے برابر قرار دے دیا جائے تی کہ وہ پتھر جو مسجد اقصیٰ میں ہے کعبہ کے برابر شرف ومنزلت کا حامل ہو! حالانکہ ہم جانتے ہیں اسلامی ثقافت و اصطلاح میں ،دنیا کا وئی خطہ کعبہ کی قدر و منزلت و نہیں پہنچ سکتا اور دنیا کا وئی پتھر خانہ کعبہ کے پتھر ---- حجر اسود ---- کا مقام حاصل نہیں کر سکتا ۔

اس اعتبار سے اس حدیث کے گڑھنے کی حاجت ان لئے پڑی کہ عوام و خانہ کعبہ نیز مدینہ منورہ کی طرف سامان سفر باندھنے سے منصرف کرکے فلسطین کی طرف جانے پر ابھارا جائے کیوں کہ کعبہ کی طرح مدینہ بھی غالبا بر املک کے دربار کے خلاف پروپیگنڈہ مہم کا مرکز رہا ہوگا اس کے برخلاف فلسطین شام کا ہی ایک جزو تھا اور وہاں برالملک و پورا تسلط اور نفوذ حاصل تھا ۔

اب یہ جعلی حدیث عوام الناس پر کس حد تک اثر انداز ہوئی اس و اور اق تاریخ میں تلاش کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا کبھی ایسا اتفاق رونما ہوا کہ لوگ مکہ جانے کے بجائے بیت المقدس کی طرف " صخرہ" کی زیارت کے لئے گئے ہوں یا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا ؟ بہر حال اگر کبھی اس طرح کا اتفاق ہوا بھی تو اس کا اصل مجرم یا مجرمین میں سے ایک محمد بن شہاب زہری و سمجھنا چاہئے ۔ نے اس طرح کی حدیث و ضع کرکے عوام الناس و ایسے شک و شبہ میں مبتلا کیا جب کہ اس کا ہدف محض عبد الملک بن مروان کے سیاسی مقاصد کو تقویت پہنچانا تھا۔

اب جب کہ محمد بن شہاب زہری در بار خلافت سے وابستہ ہو چکا تھا اس کے لئے امام زین العابدین علیہ السلام یا خاندان علوی سے متعلق تنظیم کے خلاف حدیثیں گڑھنے میں بھلا کیا باک ہو سکتا تھا ۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مجھے دو حدیثیں سید عبد الحسین شرف الدین مرحوم کی کتاب " اجوبة مسائل جار الله " میں ملیں جن میں سے ایک روایت میں محمد بن شہاب دعوی کرتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام "جبری " تھے ! اور پیغمبر اسلام (ص) سے استناد کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قرآن کی آیت " وكان الانسان اكثر شيئى جدلا " میں "انسان " سے مراد امیر المومنین علیہ السلام ہیں '(العیاذباللہ)۔

دوسری روایت میں نقل کرتا ہے کہ یر الشہداء جناب حمزہ نے (معاذاللہ) شراب پی تھی ۔

یہ دونوںروایتیں برسر اقتدار یانی ٹولے بنو امیہ اور ان کے سربراہ بر املک بن مروان و ائمہ ہدی علیہم السلام کے مقابلہ میں تقویت و حمایت پہنچانے کے لئے گڑھی گئی ہیں تاکہ اس طرح خاندان پیغمبر اسلام (ص)کے اس سلسلۃ ازب و جو امویوں کے مقابلے میں ہمیشہ ثابت قدم رہا ہے مسلمانوں کی اعلی ترین صف سے خارج کردیں اور ان و اس طور پر پیش کریں کہ وہ احکام اسلام سے لگاؤ اور اس پر عمل کے لحاظ سے ایک متوسط درجہ کے قاصر و عاصی انسان یا بالکل ہی عوامی سطح کے حامل بلکہ اس سے بھی گئے گزرے افراد نظر آئیں ۔

یہ روایت دربار خلافت سے وابستگی کے دوران محمد بن شہاب زہری کی صورت حال پر بھی روشنی ڈالتی ہے ،یقینا اگر زہری کی زندگی کا اا ۔کیا جائے تو اس کی فکری و سماجی پوزیشن کامل طور پر مشخص ہو سکتی ہے میں یہاں اس و رجال کی کتابوں کے حوالے کرتا ہوں جن میںاس کے حالات تفصیل کے ساتھ درج ہیں ۔

بہر حال !ایک ایسا شخص جو دربار خلافت میں بہت زیادہ تقرب و منزلت کا حامل ہے اور عوام کے افکار پر بھی پورے جاہ و جلال کے ساتھ مسلط ہے ۔

1 یقینا اسلامی تحریک کے لئے ایک خطرناک وجود شمار کیا جائے گا اور اس کے سلسلے میں کوئی دنداں شکن پالیسی اختیار کرنا فطری سی بات ہے ۔

چنانچہ اس شخص کے مقابلہ میں امام سجاد علیہ الصلوۃ و السلام نہایت ہی سخت طریقہ کار کا انتخاب کرتے ہیں اور آپ (ع) کی یہ سخت گیری ایک خط میں منعکس نظر آتی ہے البتہ ممکن ہے کوئی فکر کرے کہ پہلا ایک خط کے ذریعہ کس حد تک حضرت (ع) کے طرز عمل کا تعین کیا جاسکتا ہے پھر بھی اس حقیقت کے پیش نظر کہ اس خط کا لب و لہجہ خود زہری کے سلسلہ میں بھی اور اس طرح بر سر اقتدار حکومتی مشینری کے خلاف بھی بہت ہی سخت اور شدید ہے اور یہ خط محمد بن شہاب تک محدود نہیں رہتا ،دوسروں کے ہاتھ میں بھی پڑتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک زبان سے دوسری زبان اور ایک منہ سے دوسرے منہ تک ہوتے ہوئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دامن تاریخ پہ ثبت ہو کر تاریخ کا ایک جزو بن جاتا ہے اور آج تیرہ سو سال گزر جانے کے بعد بھی ہم اس خط کے بارے میں بحث کررہے ہیں ---- ان امور پہ توجہ کرنے کے بعد ---- ہم بہ آسانی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ خط زہری جیسے نام نہاد علماء کے شیطانی تقدس پر کیسی کاری ضرب وارد کرتا یقینا اس خط کا اصل مخاطب محمد بن شہاب زہری ہے لیکن یہ اپنی زد میں اس جیسے تمام ضمیر فروش افراد کو لئے ہوئے ہے ۔

ظاہر ہے جس وقت یہ خط مسلمانوں ،خصوصا اس زمانے کے شیعوں کے ہاتھ آیا ہوگا اور ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں پہنچا ہوگا ان کے درمیان اس قسم کے درباری افراد کے لئے کیسی سخت بے اعتمادی پیدا ہوئی ہوگی ۔

اب ہم اس خط کے کچھ حصے نقل کرتے ہیں: خط کی ابتدا ء ان الفاظ میں ہوتی ہے : "کفانا اللہ و ایاک من الفتن ورحمک من النار" خدا وند عالم ہمیں اور تمہیں فتنوں سے محفوظ رکھے اور تم پر آتش جہنم سے رحم کرے ۔

دوسرے فقرے میں صرف اس کو مورد خطاب قرار دیا ہے کیوں کہ فتنوں سے دو چار ہونا سب کے لئے ہے اور ممکن ہے خود امام سجاد علیہ السلام بھی کسی اعتبار سے دوچار ہوں لیکن فتنہ میں غرق ہونا امام سجاد علیہ السلام کے لئے ناممکن ہے اس کے بر خلاف زہری فتنہ سے دو چار بلکہ فتنہ میں غرق ہے۔

دوسری طرف آتش جہنم امام سجاد علیہ السلام کے قریب نہیں آسکتی ہذا حضرت (ع) اس کی نسبت محمد بن شہاب کی طرف دیتے ہیں خط کا آغاز ہی ایسے لب و لہجہ میں کیا جانا جو نہ صرف مخالفانہ بلکہ تحقیر آمیز بھی ہو زہری کے تئیں حضرت (ع)کے طرز عمل کی خود دلیل ہے ۔

اس کے بعد فرماتے ہیں : " فقد ا . ت بحال ینبغی من عرفک بہا ان یرحمک "تم اس منزل پر کھڑے ہو کہ جو شخص بھی تمہاری حالت کو سمجھ لے وہ تمہارے حال زار پر رحم کرے ۔

غور فرمایئے کہ یہ کس شخصیت سے خطاب ہے ؟ یہ ایک ایسے شخص سے خطاب ہے جس پر لوگ غبطہ کرتے ہیں جو دربار حکومت میں بزرگ علمائے دین میں شمار ہوتا ہے ۔

پھر بھی امام علیہ السلام اس کو اس قدر حقیر و ناتواں خیال کرتے ہوئے فرماتے ہیں : تو اس قابل ہے کہ جو لوگ تجھے اس حال میں دیکھیں تیرے حال پر رحم کریں ۔

اس کے بعد اس و منیف اہی نعمتوں سے نوازے جانے اور خدا کی جانب سے ہر طرح کی
حجتیں تمام ہونے کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے امام (ع) کہتے ہیں " ان تمام نعمتوں کے باوجود
جو تجھے خدا کی جانب سے ملی ہیں کیا تو خدا کے حضور کہہ سکتا ہے کہ کس طرح تونے ان
نعمتوں کا شکر ادا کیا ؟ یا نہیں " پھر قرآن کی چند آیتوں کا ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں : خدا
وند عالم تیرے قصور و گناہ سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتا کیوں کہ خدا وند عالم نے علماء پر فرض
کیا ہے کہ وہ حقائق و عوام الناس کے سامنے بیان کریں اور کتمان حق سے کام نہ لیں :"
لتبيننه للناس ولا تكتمونه" اس تمہید کے بعد وقت امام خط کے اصل مطلب پر آتے
ہیں تو محمد بن شہاب کے حق میں خط کا انداز اور بھی سخت ہو جاتا ہے :۔
"واعلم ان ادنى ما كتمت واخف ما احتملت ان انست و حشه الظالم و سهلت
له طريق العزبد نوک منه حين دنوت و اجابتک له حين دعيت" یاد رکھ! وہ معمولی
ترین چیز جس کے بارے میں تونے کتمان سے کام لیا ہے اور وہ ہلک ترین بات جو تونے
برداشت کی ہے یہ ہے کہ ظالموں کے لئے جو چیز وحشت ناک تھی اس کو تونے راحت و انسیت
کا سامان بناکر ان کے لئے گمراہی کے راستے مزید ہموار کر دیئے ۔ اور یہ کام تونے محض ان کا
تقرب حاصل ہوجانے کے لئے کیا چنانچہ انہوں نے تجھ کو جب بھی (کسی امر کی (دعوت دی تو
تیار ہوگیا ۔ یہاں حضرت (ع) اس کی دربار حکومت و خلافت کے ساتھ قربت و وابستگی کو اس
طرح اس کے سامنے پیش کرتے ہیں گویا سر پہ تازیانہ مار رہے ہوں۔

: "انک اخذ ت مالیس لک ممن اعطاک" ان و وں سے جو کچھ تجھ و حاصل ہوا وہ تیرا ہ نہ تھا پھر بھی تونے لے لیا۔

"ودنوت ممن لم یرد علی احد حقاو لم ترد باطلاحین ادناک" اور توایک ایسے شخص کے قریب ہو گیا ۰ نے کسی کا وئی ہ واپ نہ کی (یعنی خلیۂ ستمر) اور جب اس نے تجھ و اپنی قربت میں جہ دی تو تونے ایک بھی با ل اس سے دور نہ کیا۔

یعنی تو بہانہ نہیں بنا سکتا کہ میں اس لئے قریبہوا تھا کہ احقاق ہ اور البر ال با ل کر سکوں کیوں کہ تو ۰ وقت سے اس کے ساتھ ہے کسی بھی امر با ل کا خاتمہ نہ کر سکا جب کہ اس کادربار سراسر با ل سے معمور ہے۔

"واحببت من عاد اللّٰه" تونے دشمن خدا و اپنی دوستی کے لئے منتب کر لیا۔

اس ریر نامہ میں امام (ع) کا وہ جمہ جو ذہن و سب سے زیادہ جھنجھوڑتا ہے یہ ہے کہ امام فرماتے ہیں :۔

"او لیس بدعاہ ایاک ----حین دعاک ---- جعلوک قطباً ادراوابک رحی مظالمھم وجسر ایعبرون علیه الیٰ بلا یا ھم و سلما الیٰ ضلالتھم د اعیا الیٰ غیھم سالکا سبیلھم یدخلون بک الشک علی العلماء و یقتا دون بک قلوب الجھال الیھم" آیا ایسا نہیں ہے اور تو نہیں جانتا کہ انہوں نے جب تجھ و خود سے قریب کر لیا تو تیرے وجود و ایک ایسا قطب اور محور بنا دیا ۰ کے گرد ظالم کی چکی گردش کرتی رہے اور تجھ و ایک ایسا پل قرار دے دیا

۰ سے ان کی تمام غلط کاریوں کے کاردان بور کرتے رہتے ہیں ۔

انہوں نے ایک ایسی سیڑھی تعمیر کر لی ہے جو انہیں ان کی ذلت و گمراہی تک پہنچنے میں سہارا دیتی ہے تو ان کی گمراہیوں کی طرف دعوت دینے والا اور ان ہی کی راہ پر چلنے والا بن گیا۔ انہوں نے تیرے ذریعہ علماء میں شک و شبہ کی فضا پیدا کر دی اور جاہلوں کے قلوب اپنی جانب جذب کر لئے ۔

یعنی تو علما کے اندر یہ شک و شبہ پیدا کرنے کا سبب بنا کہ کیا حرج ہے کہ ہم بھی دربار حکومت سے وابستہ ہو جائیں ؟ بلکہ بعض اس دھوکے میں الجھی گئے (اس کے علاوہ) تو اس بات کا بھی سبب بنا کہ جہلاء بڑے اطمینان کے ساتھ خلفاء کی طرف مائل اور ان میں جذب ہوگئے ۔

اس کے بعد حضرت (ع) فرماتے ہیں: "فلم یبلغ اخص و زرہم ولا اقوی اعوانہم الا دون ما بلغت من اصلاح فسادہم" ان کے نزدیک ترین وزراء اور زبردست ترین احباب بھی ان کی اس طرح سے مدد نہ کر سکے ۰ طرح تونے ان کی برائیوں و عوام کی نظروں میں اچھا بناکر پیش کرکے رد کی ہے ۔

یہ خط لب ولہجہ کے اعتبار سے نہایت ہی سخت اور مضامین کے لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے ۔

امام زین العابدین علیہ السلام نے اس خط کے ذریہ یا ں ترت و اقتدار اور ا: تماعی زمـام و اختیـار کے زیر سایہ پروان چڑ ہنے والی علمی و فکری اقتدار اور زمارداری کی ہر و ذلیل و رسوا کر دیـا اور وہ وگ جو دربار کے ساتھ روابط ا توار کرنے کے خواب دیکہ رہے تھے ان کی نیـ-ریں اڑ گئـ-یں وہ عاشرہ میں ایک سوال بن کر رہ گئے ایک ایسا سوال جو ہمیشہ کے لئے اسلامی در و دیوار پہ ثبـ-ت ہو کر رہ گیا اس وقت کا عاشرہ بھی اس سوال سے دو چار تھا اور تاریخ کے ہر دور میں یہ سـ-وال پنی جہ بر قرار رہے گا۔

میری نظر میں یہ امام سجاد علیہ السلام کی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے اور مجھے محسوس ہوتا ہے کـ-ہ حضرت (ع) نے پنی جد جہد محض ایک محدود طبـ-ہ میں علمی و تربیتی تحریک پیدا کرنے تک محـ-رود نہیں رکھی بلکہ یا ں تحریک تک میں اس پیمانے پر حـ-ہ لیتے رہے ہیں ۔

اس میدان میں امام علیہ السلام کی زندگی کا ایک اور رخ بھی ہے جو شعرو شاعری سے مربوط ہے اور انشاء الہ اس پر اے بـ-ث ہو ہوگی ۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آیا یہ عظیم ہستی ارباب خلافـ-ت اور ان کی مشینری سے متعرض ہو ئی ہے یا نہیں؟ گـ شتہ مباحث میں اس موضوع پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جا چکی ہے یہاں ذرا تـ-صیل اور وضاحت کے ساتھ ہم اس پہلو کا جائـ ہ لینا چاہتے ہیں:

ائمہ علیہم السلام کی تحریک کے تیسرے مرحلہ کے آغاز کی حکمت عملی

جہاں تک امام سجاد علیہ السلام کی زندگی کا میں نے اا ِ کیا ہے

اور میری یادداشت کا سوال ہے مجھے حضرت (ع) کی زندگی میں وئی ایک موقع بھی ایسا ن۔ِ م۔ل سکا جہاں حکومت سے آپ (ع) نے اس طرح سے صریحی طور پر تعرض کیا ہو جیسا کہ دی۔ِر ائمہ۔ِ علیہم السلام مثلا بنی امیہ کے دور میں امام جعفر صادق علیہ السلام یا بعد میں امام مو ن کا ُم علیہ۔ِ السلام کے یہاں نظر آتا ہے ۔اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کیوں کہ ائمہ عصومین علیہم اسلام کی امامت اور یا ن تحریک کے وہ چار ادوار ٠ کے تیسرے مر ح ِ کا آغاز ام۔ام زی۔ن العاب۔رین علیہ۔ِ السلام کی زندگی سے ہوتا ہے اگر ا ن مر ح ِ میں خلافت سے تعرض کی تحریک شروع کردی جاتی تو پورے وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ خطروں سے عمور ذمہ داریوں کا یہ کارواں ، اہل بیت علی۔ہم السلام ٠ منزل تک لے جانا چاہتے تھے نہیں پہنچ سکتا تھ۔ا وہ ۔ستان اہلبی۔ت (ع) ٠- کی تربیت و آبیاری امام سجاد علیہ السلام جیسے ماہرانہ صلاحیت کا حامل با ٖ باں کر رہا تھا ،ابھی آتن۔ا زی۔ادہ مستحکم اور پائدار نہیں ہو سکتا تھا اس باغ میں ایسے نورس نونہال بھی موجود تھے جن میں طوف۔انی ج ٖ کر وں سے قاب ِ کرنے کی طاقت ابھی پیدا نہیں ہوئی تھی ۔ جیسا کہ ہم اس ب ۔ ش کے آغ۔از میں اشارہ کر چکے ہیں ،امام علیہ السلام کے گردو پیش اہلبیت (ع) سے م ٖ ب۔ت و عقی۔دت رکھنے والے مومنین کی بہت ہی مختصر ن تعداد تھی اور اس زمانے میں ممکن نہیں تھا

کہ اس قلیل تعداد و ۔ کے کاندھوں پر شیعی تنظیم و چلانے کی عظیم ذمہ داری بھی ہے ظالم تھپیڑوں کے حوالے کر کے ان و موت کے گھاٹ اتر جانے پر مجبور کر دیں ۔

اگر تشبیہ دینا چاہیں تو امام زین العابدین علیہ السلام کے دور کی مکہ میں پیغمبر اسلام (ص) کی دعوت کے ابتدائی دور سے تشبیہ دی جا سکتی ہے یعنی دعوت اسلام کے وہ چند ابتدائی سال جب علی الاعلان دعوت دینا بھی ممکن نہ تھا ۔

اسی طرح شاید امام محمد باقر علیہ السلام کے دور کی پیغمبر (ص) کی مکی تبلیغ کے دوسرے دور اور پھر اس کے ادوار کی دعوت اسلام کے بعد کے ادوار سے تشبیہ غلط نہ ہوگی ۔ ہذا تعرض اور سٹر بند کی حکمت عملی ابھی صحیح طور پر انجام نہ پاتی۔ یقین جانئے اگر وہی تیز و تند حکمت عملی ،جو امام صادق علیہ السلام،امام کاظم علیہ السلام اور امام رضا علیہ السلام کے بعض کلمات سے مترشح ہوتی ہے،امام سجاد علیہ السلام بھی اپنالیتے تو عبد الملک بن مروان ۔ کا اقتدار پورے اوج پر نظر آتا ہے ،بڑی آسانی کے ساتھ تعلیمات اہلبیت (ع) کی پوری بساط الٹ کر رکھ دیتا اور پھر کام ایک نئے سرے سے شروع کرنا پڑتا اور یہ اقدام عاقلانہ نہ ہوتا ۔ اس کے باوجود امام زین العابدین علیہ السلام کے ارشادات و اقوال میں ،جو غالبا آپ کی زندگی اور طویل دور امامت کے آخری دنوں سے مربوط ہیں ،کہیں کہیں حکومتی مشینری کے ساتھ تعرض و مخالفت کے اشارے بھی مل جاتے ہیں ۔[5]

----

(5)۔ یہاں اشارہ کر دوں کہ اس وقت میری بحث یزید اور خاندان ابو سفیان کی خلافت (کے ساتھ امام کے طرز عمل سے نہیں ہے یہ ایک مستقل موضوع ہے ۔ پر پہلے ہی روشنی ڈال چکا ہوں ۔

ائمہ علیہم السلام کی طرف سے مزاحمت کے چند نمونہ

ائمہ علیہم السلام کی تعرض آمیز روش کے جلوے مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے جن میں سے ایک مثال تو وہی تھی جو محمد بن شہاب زہری کے نام امام زین العابدین علیہ السلام کے خط میں آپ نے ملاحظہ فرمائی ،ایک مثال معمولی دینی مسائل اور اسلامی تعلیمات کے پردے میں اموی خلفاء کی وضع و سرشت اور حقیقت و بنیاد پر روشنی ڈال دینے کی تھی چنانچہ ایک حدیث میں امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: "ان بنی امیة اطلقوا للناس تعلیم الایمان ولم یطلقوا تعلیم الشرک لکی اذا حملوهم علیه لم یعرفوه" یعنی بنی امیہ نے لوگوں کے لئے تعلیمات ایمانی کی راہیں کھلی چھوڑ رکھی تھیں ،لیکن حقیقت شرک سمجھنے کی راہیں بند کر دی ہیں کیوں کہ اگر عوام (مفہوم) شرک سے نا بلد رہے تو شرک (کی حقیقت) نہ سمجھ سکیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ بنی امیہ نے علماء اور متدین افراد منجملہ ان کے ائمہ معصومین علیہم السلام کو نماز ، روزہ ،حج زکوۃ نیز دیگر عبادات اور اسی طرح توحید و نبوت سے متعلق بحث و گفتگو کرنے کی چھوٹ دے رکھی تھی کہ وہ ان موارد میں احکام الہی بیان کریں لیکن ان کو اس بات کی اجازت نہیں تھی کہ وہ شرک کا مفہوم اور اس کے مصادیق نیز اسلامی معاشرے میں موجود اس کے جیتے جاگتے نمونوں کو موضوع بحث و تدریس قرار دیں

اس لئے کہ اگر عوام الناس و شرک سے متع‍ل ان عارف کا علم ہو گیا ،وہ مشرک چہ‍روں ‍و پہچان لیں ‍ے ،وہ فورا سمجھ جائیں ‍ے کہ بنی امیہ جن اوصاف کے حامل ہیں اور ‍ ‍ کی ط‍رف انہیں گ‍سیٹ لے جانا چاہتے ہیں

،در اصل شرک ہے ،وہ فورا پہچان لیں ‍ے کہ ‍ ‍بد الملک بن مروان اور دی‍ر خلفا ئے ب‍ن‍و امی‍ہ طاغوتی ہیں ‍ ‍نہوں نے خدا کے ‍ ‍قابل سر اٹھار کہا ہے ‍ ‍ویا ‍ ‍شخص نے بھ‍ی ان ک‍ی اطاع‍ت اختیار کی در اصل اس نے شرک کے مجسموں کے ‍ا‍ٓ‍ے سر ت‍سلیم خم کر دیا ۔

یہی وجہ تھی کہ عوام کے درمیان شرک سے متع‍ل حقا‍ئ‍ق و عارف بیان کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔

جب ہم اسلام میں توحید کے موضوع پر ب‍ح‍ث کرتے ہیں تو ہماری ب‍ح‍ث کا ایک ‍ ‍ ‍ ‍ش‍رک اور مشرک کی شناخت سے مربوط ہے ۔

بت کسے کہتے ہیں اور کون بت پرست ہے ۔

علامہ مجلسی نے بحار الانوار کی 48 ویں جلد میں ‍ ‍ی اچھی بات کہی ہے وہ فرم‍ات‍ے ہ‍یں: ”ان أيات الشرک ظاهر ها فی الاصنام الظاهرة و باطنها فی خلفاء الجور الذین) اشرکوا مع ائمة الحق و نصبوا مکانهم “ (ج/ 48 ص/ 96 و 97

یعنی قرآن میں شرک کی جو آیتیں بیان کی گئی ہیں بظاہر ،ظاہری باتوں سے مربوط ہیں لیکن باطن اگر تاویل کی جائے تو ان کے راق خلفائے جور ہیں

انہوں نے خلافت کے نام پر حکومت اسلامی کے ادعا اور اسلامی معاشرے پر حاکمیت کے میں خود و ائمہ علیہم السلام کا شریک قرار دے لیا ، جب کہ ائمہ کے ساتھ یہ شرک خود خدا کے ساتھ شرک ہے کیوں کہ ائمہ خدا کے نمائندے ہیں ان کے دہن میں خدا کی زبان ہوتی ہے وہ خدا کی باتیں کرتے ہیں اور چوں کہ خلفائے جور نے خود و ان کی جگہ پر پہنچاکر دعوائے امامت میں ان کا شریک بنا دیا ہذا وہ سب طاغوتی بت ہیں اور جو شخص ان کی اطاعت اور تاسی اختیار کرے وہ در اصل مشرک ہو چکا ہے ۔

علامہ مجلسی اس کے بعد مزید توضیح پیش کی ہے ۔ چنانچہ یہ بیان کرتے ہوئے کہ قرآنی آیات پیغمبر اسلام (ص)کے دور سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ ہر عصر اور ہر دور میں جاری و ساری ہیں وہ فرماتے ہیں: ‘‘فهو يجرى فى اقوام تركوا طاعة ائمة الحق واتبعوا ائمة الجور ’’ یہ شرک کی تعبیر ،ان قوموں پر بھی صادق آتی ہے انہوں نے ائمہ کی اطاعت سے انکار کرتے ہوئے ائمہ جور سے الحاق اور پیروی اختیار کر لی " ‘‘لعدولهم عن لأدلة العقلية و النقليه و اتباعهم الا هو اء وعدولهم عن النصوص الجليّة ’’کیوں کہ ان و وں نے ان عقلی و نقلی دلائل سے (جو مثال کے طور پر بر املک کی مسلمانوں پر حکومت و خلافت کی نفی کرتی ہیں)

عدول اختیار کر لیا اور اپنی ہوا و ہوس کی پیروی شروع کر دی ۔روشن و واضح نصوص و ٹھکرا دیا ۔
و وں نے دیکھا کام وقت سے ٹکر لینے کی نسبت یہ زندگی آرام دہ بھی ہے ۔
اور ہر طرح کی درد سری سے خالی بھی ،ہذا ان راحت طلبی میں لگ گئے اور ائمہ جور کی پیری اختیار کر لی ۔

ہذا وہ بھی مشرک قرار پاتے ہیں ۔

ان حالات میں ،اگر ائمہ علیہم السلام شرک کے بارے میں کچھ بیان کرنا چاہیں تو یہ دربار خلافت سے ایک طرح کا تعرض ہوگا اور یہ چیز امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی اور حضرت (ع) کے کلمات میں موجود ہے ۔

اس تعرض و مخالفت کا ایک اور نمونہ ہم امام علیہ السلام اور جابر و ستمگر اموی حاکم برآملک کے درمیان ہونے والی بعض خط و کتابت میں مشاہدہ کرتے ہیں ۔ کے دو روشن نمونوں کی طرف یہاں اشارہ مقصود ہے ۔

1۔ ایک دفعہ برآملک بن مروان نے امام سجاد علیہ السلام و خط لکھا اور اس میں حضرت (ع) و اپنی ہی آزاد کردہ کنیز کے ساتھ ازدواج کر لینے کے سلسلے میں مورد ملامت قرار دیا ۔
اصل میں حضرت (ع) کے پاس ایک کنیز تھی ۔ و آپ نے پہلے آزاد کر دیا اس کے بعد اس آزاد شدہ کنیز سے نکاح کر لیا ۔

بر املک نے خط لکھ کر امام) ع) کے اس مل و مورد شمات قرار دیا ۔

ظاہر ہے امام (ع) کا مل نہ صرف انسانی بلکہ ہر اعتبار سے اسلامی تھا کیوں کہ ایک کنیز و کنیز ی اور غلامی کی زنجیر سے آزاد ی دینا اور پھر عزت و شرافت کا تاج پہناکر ا س کنیز سو رشتہ ازدواج سے منسلک کر لینا یقینا انسانیت کا اعلیٰ شاہکار ہے ۔

اگر چہ بر املک کے خط لکھنے کا ت ر کچھ اور ہی تھا ،وہ امام کے اس مستحسن مل سو تنقیر کا نشانہ بنا کر حضرت (ع) و یہ باور کرانا چاہتا تھا کہ ہم آپ کے داخلی مسائل سے بھی آگاہی رکھتے ہیں ویا اس کے ضمن میں اصل ت ر حضرت(ع) و ذاتی سرگرمیوں کے سلسلے میں متنبہ کرنا تھا ۔

امام سجاد علیہ السلام جواب میں ایک خط تحریر فرماتے ہیں ۔ میں قدمہ کے طور پر لکھتے ہیں: یہ مل کسی طرح بھی قابل اعتراض نہیں قرار دیا جا سکتا ؛ ر وں نے بھی اس طرح کا مل انجام دیا ہے تی کہ پیغمبر اسلام (ص) کے یہاں بھی اس طرح کا مل ملتا ہے چنانچہ اس سلسلے میں میرے لئے وئی ملامت نہیں ہے ۔

"فلا لوٴم علیٰ امری : مسلم انما اللوٴم لوٴم الجاھلیة " یعنی ایک مسلمان کے لئے کسی طرح کی ذلت و خواری نہیں پائی جاتی ہاں ذلت و پستی تو وہی جہالت کی ذلت و پستی ہے ۔

بر املک کے لئے اسجمہ میں ؛ ا ہی لطیف طنز اور نصیحت ر ہے کتنے حسین انداز میں اسے اس کے آباء و اجداد کی حقیقت کی طرف متوجہ کر دیا گیا ہے

کہ یہ تم ہو ۰ کا خاندان جاہل و مشرک اور دشمن خدا رہا ہے اور جن کے صفات تم سو وراثت میں حاصل ہوئے ہیں !!اگر شرم ہی کی بات ہے تو تم و اپنی حقیقت پر شرم کرنی چاہئے میں نے تو ایک مسلمان عورت سے شادی کی ہے اس میں شرم کی کیا بات ہے ؟ ۰ وقت یہ خط بر املک کے پاس پہنچا ،سلیمان بر املک کا دوسرا بیٹا ،باپ کے پاس موجود تھا ،خط پڑھا گیا تو اس نے بھی نا اور امام (ع) کی طنز آمیز نصیحت و باپ کی طرح اس نے بھی محسوس کیا ۔

وہ باپ سے مخاطب ہوا اور کہا: اے امیر المومنین دیکھا ، علی ابن الحسین علیہ السلام نے آپ پر کس طرح فاخرت کا اظہار کیا ہے ؟ وہ اس خط میں آپ و سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا تو تمام مومن بالہ رہے ہیں اور تیرے باپ دادا کافر و مشرک رہے ہیں ۔

وہ باپ و بہکانا چاہتا تھا تاکہ اس خط کے سلسلے میں بر املک وئی سخت اقدام کرے لیکن بر املک بیٹے سے زیادہ سمجھ دار تھا ۔

وہ جانتا تھا کہ اس نازک مسئلہ میں امام سجاد علیہ السلام سے الجھنا درست نہیں ہے ہذا اس نے بیٹے و سمجھاتے ہوئے کہا :میرے بیٹے : کچھ نہ کہو ،تم نہیں جانتے یہ بنی ہاشم کی زبان ہے جو پتھروں میں شگاف پیدا کر دیتی ہے ،یعنی ان کا استدلال ہمیشہ قوی اور حجہ سخت ہوتاہے ۔

2۔ دوسرا نمونہ امام علیہ السلام کا ایک دوسرا خط ہے جو بر املک کی ایک فرمائش رد کرنے کی بنا پر بر املک کی جانب سے تہدید و فرمائش کے جواب میں آپ (ع) نے تحریر فرمایا ہے ۔

واقعہ کچھ یوں پیش آتا ہے ۔

بر املک و وم ہوا کہ پیغمبر اسلام (ص (کی تلوار امام سجاد علیہ السلام کی تحویل میں ہے اور یہ ایک قابل توجہ چیز تھی کیوں کہ وہ نبی (ص) کی یاد گار اور فخر کا ذریعہ تھی ،اور اب اس کا امام سجاد علیہ السلام کی تحویل میں چھوڑ دینا بر املک کے لئے خطر ناک تھا کیوں کہ وہ و وں و اپنی طرف کھینچتی تھی ۔

ہذا اس نے جو خط امام سجاد علیہ السلام و لکھا اس میں درخواست کی کہ حضرت تلوار اس کے لئے بھیج دیں اور ذیل میں یہ بھی تحریر کر دیا تھا کہ اگر آپ (ع) و وئی کام ہو تو میں حاضر ہوں آپ کا کام ہو جائے گا طلب یہ تھا آپ کے اس ہبہ کا عوض میں دینے و تیار ہوں ۔

امام علیہ السلام کا جواب انکار میں تھا ہذا دوبارہ اس نے ایک تہدید آمیز خط لکھا کہ اگر تلوار نہ بھیجی تو میں بیت امال سے آپ کا وظیفہ بند کردوں گا ۔ (6)امام اس دھمکی کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: اما بعد ،خداوند عالم نے ذمہ داری لی ہے کہ وہ اپنے پرہیز گار بندوں و جو چیز انہیں نا وار ہے اس سے نجات ء ا کرے گا اور جہاں سے وہ سوچ بھی نہ سکیں ایسی جگہ سے روزی بخشے گا اور قرآن میں ارشاد فرمادیا ہے: ""ان اللّٰہ لا یحب کل خوان کفور"" "یقیناً خدا کسی نا شکرے خیانت کار ودوست نہیں رکھتا ۔ " اب دیکھو ہم دونوں میں سے کس پر یہ آیت منطبق ہوتی ہے

----

(6)- یہ وہ زمانہ تھا جب تمام و وں و بیت امال سے وظیفہ ملتا تھا اور امام علیہ (السلام بھی تمام افراد کی طرح معین وظیفہ لیتے تھے ۔

ایک خلیفۂ وقت کے مقابل میں یہ لہجہ بہت زیادہ سخت تھا،کیونکہ یہ خط جس کسی کے ہاتھ لگتا وہ خود فیصلہ کرلے گا کہ امام اولاً:خود کو خائن اور نا شکرا نہیں سمجھتے ثانیاً: کوئی دوسرا شخص بھی اس عظیم ہستی کے بارے میں ایسا رکیک تصور نہیں رکھتا ،کیونکہ حضرت کا خاندان نبوت کے منتخب اور شائستہ ترین عظیم شخصیتوں میں شمار ہوتا تھا اور ہرگز اس لت کے مستحق نہیں قرار دئے جا سکتے تھے چنانچہ امام سجاد علیہ السلام کی نظر میں عبد الملک خائن اور ناشکرا ہے ۔

دیکھئے !کس شدیدانداز میں امام سجاد علیہ السلام عبد الملک کی دھمکی کا جواب دیتے ہیں اس سے حضرت (ع) کے فیصلہ کن عمل کی حدود کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

بہر حال یہ اموی سرکار کی نسبت امام کے مزاحمت آمیز طرز عمل کے دو روشن نمونے تھے ۔

3۔ اگر اس میں کسی دوسرے نمونے کا اور اضافہ کرنا چاہیں تو یہاں وہ اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں جو خود امام زین العابدین علیہ السلام سے یا آپ (ع) کے دوستوں سے نقل ہوئے ہیں یہ بھی اپنی مخالفت کے اظہار کا ایک انداز ہے کیوں کہ اگر ہم یہ مان کر چلیں کہ خود حضرت (ع) نے کوئی اعتراض نہیں کیا تو بھی آپ کے قریبی افراد معترض رہے ہیں اور یہ خود ایک طرح سے امام کی مزاحمت میں شمار کیا جائے گا۔

فرزدق اور یحیٰ کے اعتراضات

اگر چہ حضرت (ع) کے اشعار ن الحال میں کہیں پیدا نہیں کر سکا ہوں پھر بھی حضرت (ع) کے اشعار کا ہونا قطعی ہے ۔

چند شعر حضرت (ع) کے ہیں جو بہت ہی تلخ اور انقلابی ہیں ۔

فرزدق کے اشعار بھی ایک دوسرا نمونہ ہیں ۔

فرزدق کے واقعہ و مورخین و محدثین دونوں نے نقل کیا ہے ۰ کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

ہشام ، بر املک کا بیٹا ،اپنے دور خلافت سے قبل مکہ گیا ،طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا چاہا ،کیوں کہ طواف میں حجر اسود کا استلام مستحب ہے حجر اسود کے قریب مجمع زیادہ ہونے کی وجہ سے ہزار کوشش کے باوجود خود و حجر اسود کے قریب نہ پہنچا سکا حالانکہ وہ خلیفہ وقت کا فرزند ،ولی عہد ،رفیقوں اور محافظوں کے ایک پورے دستے کے ہمراہ حکومتی انتظام کے ساتھ آیا تھا ۔

پھر بھی لوگوں نے اس کی حیثیت اور شاہی کروفر کی پرواہ کئے بغیر اس کو دھکوں میں لے لیا ۔

یہ نازونعم کا پروردہ ان افراد سے تو تھا نہیں کہ انسانوں کے ہجوم میں دھکے کھاتا ہوا حجر اسود کو بوسہ دے ۔

چنانچہ حجر اسود کے ا تلام سے مایوس ہوکر مسجد الحرام کی ایک بلندی پر پہنچ گیا اور وہیں بیٹھ کر مجمع کا تماشہ کرنے کی ٹہری ۔ اس کے ارد گرد بھی کچھ وگ بیٹھے ہوئے تھے ۔

اں درمیان ایک شخص ،وقار و متانت کا مرقع ملکوتی زہد و ورع کے ساتھ طواف کرنے واوں کے درمیان ظاہر ہوا اور حجر اسود کی طرف ترم بڑھایا مجمع نے فطری طور پر اس و راستہ دے دیا اور کسی قسم کی زحمت کے بغیر اس نے باطمینان حجر اسود و ا تلام کیا ،بوسہ دیا اور پھر واپس ہو کر طواف میں مشغول ہو گیا۔

یہ منظر ہشام بن عبد املک کے لئے نہایت ہی سخت تھا ،وہ خلیفہ وقت کا فرزند اور جانشین !! اور وئی اس کے احترام و ارجمندی کا قائل نہیںہے !اس و مجمع کے کے اور لات سہکر واپس ہونا پڑ جاتا ہے ۔

ا تلام کرنے کے لئے اس و راہ نہیں ملتی ! دوسری طرف ایک شخص آتا ہے جو بڑے سکون و اطمینان کے ساتھ حجر اسود و ا تلام کر لیتا ہے ۔

آتش حسد سے لال ہو کر سوال کر بیٹھتا ہے ،یہ ون شخص ہے ؟ ارد گرد بیٹھے ہوئے افراد حضرت علی ابن الحسین علیہ السلام و اچھی طرح پہچانتے ہیں لیکن صرف اس لئےخاموش ہیں کہ کہیں ہشام ان کی طرف سے مشتبہ نہ ہو جائے کیوں کہ ہشام کے خاندان کے ساتھ امام سجاد علیہ السلام کے خاندان کے اختلاف کسی سے ڈ کا چھپا نہیں تھا ،ہمیشہ بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان اختلاف کی آگ روشن رہی ہے ۔

وہ یہ کہنے کی جرآتنہ کر سکے کہ یہ شخص تیرے دشمن خاندان کا قائد ہے ،۰ کے لئے ـوگ اس ترر عقیدت و احترام کے قائل ہیں ۔

ظاہر ہے یہ بات ایک طرح سے ہشام کی اہانت میں شمار ہوتی۔

مشہور شاعر فرزدق جو اہلبیت (ع)سے خوص و محبت رکہتا تھا وہیں موجود تھا ،اس نے جـب محسوس کیا کہ وگ تجاہل سے کام لے رہے ہیں اور یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم علی ابن الحسین علیہ السلام و نہیں پہچانتے

،اے ب ا اور اواز دی : اے امیر! اگر اجازت دے تو میں اس شخص کا تعارف کرا دوں ؟ ہشـام نے کہا: ہاںہاں بتاؤ ون ہے ؟ اس وقت فرزدق نے وہیں ایک برجستہ قصیدہ پڑہنا شروع کر دیا جـو شعرائے اہلبیت (ع) کے معروف ترین قصیدوں سے ہے اور شروع سے آخر تک امام زین العابدین علیہ السلام کی شاندار مدح سے معمور ہے مطلع یوں شروع ہوتا ہے ۔

هذا الذی تعرف البطحاء و طأ ته والبیت یعرفه والحل و الحرم اگر تم اس ـو نہـیں پہچانتے ہو (تو نہ پہچانو) یہ وہ ہے کہ سر زمین بُطحی اس کے قدموں کے نشان پہچانتی ہے یہ وہ شخص ہے کہ حل و حرم اس و پہچانتے ۔

اور پھر یہ وہ ہے ،زمزم و صفا ۰ و پہچانتے ہیں یہ پیغمبر اسلام (ص) کا فرزند ہے یہ بہترین انسان کا فرزند ہے رح کے موتی لٹانے پر ایا تو ایک قصیرہ غرار میں اس طرح امام سجاد علیہ السلام کے خصوصیات کا ذکر کر نا شروع کر دیا کہ ہر ہر صرع ہشام کے سینے میں خجر کی طرح چبھتا چلا گیا ۔

اور اس کے بعد ہشام کے غضب کا نشانہ بھی بننا پڑا ،ہشام نے ؛م سے نکال باہر کیا لیکن امام سجاد علیہ السلام نے اس کے لئے انعام کی تھیلی روانہ کی ۰ و فرزدق نے اس عزرت کے ساتھ واپس کر دیا کہ : میں نے یہ اشعار خدا کی خوشنودی کے لئے کہے ہیں ،اپ (ع) سے پیسہ لینا نہیں چاہتا ۔ اس طرح کے انداز مزاحمت ،امام کے اصحاب کے یہاں مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں

۰ کا ایک اور نمونہ یحی بن ام الطویل کا طرز مل ہے ۔

البتہ یہ ذکر شعر و شاعری کے ضمن میں نہیں اتا ۔

یحی بن ام الطویل بیت سے وابستہ نہایت ہی مخلص اور شجاع جوانوں میں سے ہے ۰ کا معمول یہ ہے کہ وہ وفہ جاتا ہے و وں و جمع کرتا ہے اور اواز دیتا ہے : اے و(مخاطب حکومت بنی امیہ کے اے پیچھے بھاگنے والے افراد ہیں) ہم تمہارے (اور تمہارے اقاؤں کے) منکر ہیں جب تک تم وگ خدا پر ایمان نہیں لاتے،ہم تم و قبول نہیں کر تے ۔

اس گفتگو سے ایسا لگتا ہے کہ وہ و وں و مشرک سمجھتا ہے اور ان و کافر و مشرک کے الفاظ سے خ اب کرتا ہے ۔

بنی امیہ سرکار کا امام سجاد (ع)کے ساتھ تعرض

یہ امام زین العابدین علیہ السلام کی زندگی کا ایک مختصر سا خاکہ ہے۔البتہ یہاں پھر اشارہ کردوں کہ امام اپنے 34 برس کے طویل دورامامت میں ،ارباب حکومت کے ساتھ کھل کر کبھی کوئی تعرض اور مخالفت نہ کی پھر بھی اپنی امامت کے اس عظیم دسترخوان کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہے اور تعلیم و تربیت کی ایمانی غذاؤں سے بہت سے مومن و مخلص افراد پیدا کیے دعوت اہلبیت (ع) کو وسعت حاصل ہوتی رہی اور یہی وہ چیز تھی جس کی وجہ سے اموی سرکار حضرت (ع) کے سلسلے میں بد بین و فکر مند رہنے لگی یہاں تک کہ حضرت (ع (کی راہ میں رکاوٹ اور روک ٹوک بھی کی گئی اور کم از کم ایک مرتبہ حضرت (ع) کو طوق و زنجیر میں جکڑ کر مدینہ سے شام بھی لے جایا گیا ۔ حادثہ کربلا میں امام زین العابدین علیہ السلام کا طوق و زنجیر میں جکڑ کر شام لے جایا جانا مشہور ہے لیکن کربلا کی اسیری میں اگر حضرت (ع) کا روئے مبارک نہ بھی جکڑا گیا ہو تو بھی اس موقع پر یہ بات یقینی ہے یعنی حضرت (ع) کو مدینہ سے اونٹ پر سوار کیا گیا اور طوق و زنجیر میں جکڑ کر شام لے جایا گیا ۔ اس کے علاوہ بھی کئی دوسرے موارد پیش آئے جب آپ (ع) کو مخالفین کی طرف سے آزار و شکنجے کا سامنا کرنا پڑا اور آخر کار ولید بن عبد الملک) ملعون خدااس کو واصل جہنم کرے) کے دور خلافت 95 ھ میں خلافت بنی امیہ کے سرکاری کارگزاروں کے ہاتھوں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

فہرست

حادثات زندگی میں ائمہ علیہم السلام کا بنیادی موقف 2

حکومت اسلامی کی تشکیل ائمہ (ع)کا بنیادی ہدف رہا ہے 9

امام زین العابدین (ع) کی زندگی کا ایک مجموعی خاکہ 10

رہائی کے بعد.. 17

ماحول.. 21

خفیہ تنظیمیں.. 23

واقعہ حرہ 28

اس دور میں امام علیہ السلام کا موقف.. 33

امام علیہ السلام کے مقاصد.. 38

پہلا کام.. 46

دوسرا کام.. 47

تیسرا کام.. 47

ہم فکر جماعت کی تشکیل.. 62

فلسفہ امامت ،امام علیہ السلام کی نظر میں.. 68

تنظیم کی ضرورت.. 72

درباری علماء پر امام سجاد علیہ السلام کی سخت تنقید.. 78

حدیث گڑھنا ظالموں کی ایک ضرورت.. 80

حدیث گڑھنے کے کچھ نمونے 82

محمد زہری کی چند جعلی حدیثیں 84

ائمہ علیہم السلام کی تحریک کے تیسرے مرحلہ کے آغاز کی حکمت عملی 96

ائمہ علیہم السلام کی طرف سے مزاحمت کے چند نمونہ 98

بت کسے کہتے ہیں اور کون بت پرست ہے ۔ 99

فرزدق اور یحییٰ کے اعتراضات.. 106

بنی امیہ سرکار کا امام سجاد (ع)کے ساتھ تعرض.. 110